حقوق الزوجين

بیوی اور شوہر کے حقوق

إعداد

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

ناشر:

دارالاستقامه

کاشانۂ خلیق۔اٹوابازار۔ سدھارتھ نگر۔یوپی

نام کتاب : بیوی اور شوہر کے حقوق
اِعداد : عبدالہادی عبدالخالق مدنی
طبع ثانی : ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰۰۵م
ناشر : دار الاستقامہ
کاشانۂ خلیق۔اٹوابازار۔
سدھارتھ نگر۔یوپی

فہرست

ارشاد باری سبحانہ وتعالیٰ

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً إِنَّ فِيْ ذَالِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ روم/۲۱

(اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمھاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ۔ اس نے تمھارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی۔ یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں)۔

فرمان رسول ﷺ

ایک بار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ کون سا مال سب سے بہتر ہے تو ہم اسے اپناتے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر مال ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور صاحب ایمان بیوی ہے جو ایمان پر مرد کی معاون اور مددگار رہو۔

(احمد ۲۷۸/۵، ترمذی ۳۰۹۳/، صحیح الجامع ۵۲۳۱/)

تقریظ

میرے دیرینہ ومخلص صاحب قلم دوست محترم عبد الہادی علیم بن عبدالخالق خلیق مدنی صاحب نے اپنی تازہ ترین تصنیف ''بیوی اور شوہر کے حقوق'' ناچیز کے پاس برائے مراجعہ وتصحیح بھیجی۔ساتھ ہی اصرار کے ساتھ اس بات کا مطالبہ بھی کیا کہ میں کتاب پر بطور تقریظ کچھ سطریں بھی ارسال کروں۔ جو بلاشبہ آں موصوف کی ذرہ نوازی نہیں تو ہمت افزائی ضرور ہے۔

جوں ہی کتاب میرے پاس پہنچی، میں نے فوراً شروع سے لے کر آخر تک اس کا مطالعہ کیا۔حقیقت یہ ہے کہ کتاب مذکور اپنے موضوع پر بہت ہی اہم ہے۔ زبان وبیان بہت ہی عمدہ، دلکش اور عام فہم ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں دنیا کے سب سے مقدس رشتہ کے باہمی حقوق کو بڑے ہی سلیس واچھوتے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ بلاخوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ظلمت وتیرگی کے اس دور میں جہاں نکاح جیسے مقدس وپاکیزہ رشتہ کو کسی کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی، جہاں میاں بیوی کے حقوق کی پامالی ایک عام چلن بن چکی ہے،اس کتاب کی اشاعت رہنمائی کا ایک چراغ ثابت ہوگی (ان شاء اللہ)۔

رفیق من برادرم عبد الہادی علیم صاحب کی تحریروں کی ایک منفرد

پہچان ہے۔ سلاست، روانی، حسن تعبیر، سادگی، عام فہمی ان کی تحریروں کا خاص حصہ ہیں۔ اللہ نے انھیں قلم کا ایک بہترین ذوق عطا فرمایا ہے۔ اللہ سے یہی دعا ہے کہ آں برادر موصوف کے قلم میں مزید قوت وبرکت عطا فرمائے۔ آمین

پوری کتاب از اول تا آخر پڑھنے کے بعد ناچیز نے محسوس کیا کہ کتاب کی جامعیت اس بات کی متقاضی ہے کہ افادہ عامہ کی خاطر مزید ایک ایسے باب کا اضافہ کر دیا جائے جس میں (ساس بہو کے اختلافات اور ان کا شرعی حل) جیسے موضوعات کا تذکرہ ہو۔ تحریری طور پر یہ رائے آں موصوف کے پاس ارسال کر دی گئی ہے، اضافہ کرنا آں موصوف کی صوابدید پر منحصر ہے۔

اخیر میں یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آں برادر موصوف کو اس مفید ترین کتاب کی تالیف واشاعت پر جزائے خیر دے۔ آمین

دعاگو

مختار احمد مدنی

داعی مرکز دعوۃ الجالیات بالجبیل

رجب ۱۴۲۳ھ موافق ستمبر ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نکاح وہ پاکیزہ شرعی طریقہ ہے جس کے ذریعہ ایک بیوی اور شوہر کا وجود ہوتا ہے۔ نکاح کی مشروعیت بنی نوع انسان پر اللہ تعالی کا ایک عظیم فضل واحسان ہے۔ نکاح ہی وہ شریف، منظّم اور محفوظ عمل ہے جس سے ان کی نسل آگے بڑھتی ہے۔ نسب معلوم ہوتا ہے۔ خاندان، رشتے اور تعلقات بنتے ہیں۔ ایک سماج اور معاشرہ کی تعمیر وتشکیل ہوتی ہے۔

نکاح انسان کو حیوان سے ممتاز کرتا ہے۔ جنوں کے بعد انسان ہی وہ واحد مخلوق ہے جس کے یہاں توالد وتناسل کے لئے نکاح جیسا شریفانہ اور پاکیزہ طریقہ موجود ہے۔ اس کے برخلاف حیوانات، جانوروں اور چوپایوں میں ایسا کوئی نظم وضبط نہیں۔

نکاح میاں بیوی کے درمیان وہ عہد ہے جس کی بنا پر دونوں کے اوپر کچھ حقوق اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ حقوق صرف اخلاقی ذمہ

داری تک محدود نہیں ہیں بلکہ اسلامی قانون باقاعدہ اس کی حمایت کرتا ہے۔اگر کسی کی جانب سے کوتاہی ہوتو عدالت دخل اندازی کر کے وہ حقوق دلائے گی۔لیکن ان حقوق کی ادائیگی پر آمادہ کرنے والی سب سے پہلی چیز ظاہر ہے کہ انسان کی اپنی ذاتی خوبیاں اوراس کا ذاتی اخلاق ہے۔

اس کا باعث وہ مودت ورحمت بھی ہے جونکاح کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ دونوں کے دلوں میں پیدا فرماتا ہے۔ارشاد باری ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً إِنَّ فِيْ ذَالِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْن﴾ روم/۲۱

(اوراس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمھاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ۔اس نے تمھارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی۔ یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں)۔

یہی محبت ہے جو دونوں کوایک دوسرے سے قربت کا احساس دلاتی ہے اور یہی وہ رحمت وہمدردی ہے جس کی بنا پر ہرایک دوسرے کا خیال

رکھتا ہے، اس سے نرمی برتتا اور اس کی ہر تکلیف پر تڑپ جاتا ہے۔

درحقیقت خانہ آبادی کا یہی وہ دستور ہے جس کی بنا پر میاں بیوی دونوں اپنے آپ کو دوسرے کے بغیر ادھورا سمجھتے ہیں اور انھیں اس بات کا پورا شعور واحساس ہوتا ہے کہ ہماری ذات کی تکمیل دوسرے کی ذات سے ہے، اس کے بغیر ہم ناقص ونامکمل ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام بلاغت نظام قرآن مجید میں نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں زوجین کے حقوق پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ بقرة/۲۲۸

(اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ، ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے)۔

یعنی دونوں کے حقوق ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں جن کو پورا کرنے کے دونوں شرعاً پابند ہیں تاہم مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے۔

پیش نظر کتاب میں ہم نے ان حقوق کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ ہم نے

اس کتاب کا آغاز چند تمہیدی کلمات سے کیا ہے۔ پھر مندرجہ ذیل تین فصلوں میں اصل موضوع کی وضاحت کی ہے۔

فصل اول: بیوی اورشوہر کے مشترکہ حقوق

فصل دوم: بیوی کے حقوق

فصل سوم: شوہر کے حقوق

کتاب کے اختتام پر کتاب کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

مجھے قوی امید ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ ہمارے معاشرے کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہوگی۔ ان شاء اللہ یہ کتاب زوجین کی نافع تربیت اور صالح خاندان کی تعمیر وتشکیل کے لئے نہایت عمدہ پیش رفت ہوگی۔

زیرنظر کتاب کے مطالعہ سے پہلے ہماری دوسری کتاب ''شادی کی رات'' کا مطالعہ موزوں رہے گا کیونکہ اصلاح معاشرہ کے زریں سلسلہ کی وہ اولین کڑی ہے۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن دارالاستقامہ اٹوابازار کے زیرنگرانی اور خلیق دارالمطالعہ کے زیراہتمام ۲۰۰۲ء میں شائع ہوااور الحمدللہ اسے کافی پذیرائی اور مقبولیت حاصل ہوئی۔اب دوبارہ اسے نئی ترتیب اور مفید

حذف واضافے کے بعد شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام اور مسلمانوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور دشمنوں کی سازشوں اور حاسدوں کی نظر بد سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بعد ان تمام بزرگان اور احباب کے شکرگذار ہیں جن کا تعاون کسی بھی شکل میں اس کتاب کے منظر عام تک لانے میں رہا ہے اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو اپنے مؤلف، مراجع، قاری اور ناشر ہر ایک کے لئے ذخیرۂ آخرت اور میزان عمل کو وزنی کرنے کا وسیلہ بنائے اور اللہ کے نیک بندوں میں فروغ عام اور قبولیت تام بخش کر کے ان کی اصلاح ومنفعت کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

دعا گو

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

کاشانۂ خلیق۔ اٹوا بازار۔ سدھارتھ نگر۔ یوپی۔ انڈیا

داعی احساء اسلامک سینٹر۔ سعودی عرب

تمہید:

اسلام میں ازدواجی رشتہ کی اہمیت

اسلام نے نکاح کو اللہ کی ایک نعمت اور پاکیزہ ترین رشتہ قرار دیا ہے۔ دوسرے مذاہب کی طرح نکاح سے دوری کو کسی قسم کی نیکی اور فضیلت کا سبب نہیں گردانا بلکہ اسے اللہ کے محبوب بندوں انبیاء اور رسولوں کی صفت بتایا، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجاً وَّذُرِّيَّةً﴾ الرعد/۳۸

(ہم آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا)۔

نیز اللہ تعالی نے اپنے حقیقی بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ان کی ایک دعا اس طرح ذکر کی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ﴾ الفرقان/۷۴

(اور وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو ہمیں ہماری

بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما)۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی دو صنف مرد وعورت کی شکل میں تخلیق فرمائی اور ان کو نکاح کے مضبوط و مستحکم رشتہ سے ایک دوسرے سے مربوط کردیا۔ یہ قدرت الٰہی کی ایک عظیم نشانی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً إِنَّ فِيْ ذَالِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ روم/۲۱

(اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمھاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ۔ اس نے تمھارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی۔ یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں)۔

بیوی اللہ کی وہ نعمت ہے جس کی ناقدری سے بچتے ہوئے انسان کو اپنے رب کا شکر گذار ہونا چاہئے۔ قیامت کے دن تمام نعمتوں کی طرح اس نعمت سے متعلق بھی باز پرس ہوگی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’(قیامت کے دن) بندہ اپنے رب سے ملاقات

کرے گا تو اللہ تعالی اس سے پوچھے گا: کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی؟ کیا میں نے تجھے سرداری نہیں دی؟ کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی؟ کیا میں نے تیرے لئے اونٹ اور گھوڑے مسخر نہیں کر دیئے؟ کیا میں نے تجھے ریاست اور عیش و آرام کے لئے آزاد نہیں چھوڑ دیا؟ بندہ جواب دے گا: ضرور اے میرے رب! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے میری ملاقات پر یقین تھا؟ بندہ کہے گا: نہیں۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ آج میں تجھے ایسے ہی فراموش کر دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا''۔

(صحیح مسلم ۴/۲۲۸۰ ح ۲۹۶۹)

اسلام نے نکاح کو نصف دین قرار دیا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب بندہ نے شادی کر لی تو اس نے نصف دین مکمل کر لیا اب اسے باقی میں اللہ سے ڈرنا چاہئے''۔ (صحیحہ/ح ۶۲۵)

امام قرطبی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: اس کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح زنا سے بچاتا اور انسان کو پاکدامن رکھتا ہے۔ پاکدامنی ان دو خصلتوں میں سے ایک ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت

کی ضمانت لی ہے چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالی جسے دو چیزوں کی برائی سے محفوظ رکھے جنت میں داخل ہوگا۔ایک وہ جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) دوسرے وہ جو دونوں پیروں کے درمیان ہے۔'' (یعنی شرمگاہ)۔ (صحیحہ/ح ۵۱۰)

نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کو نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے تھے:

''شادی کرو۔ میں قیامت کے دن تمھاری کثرت تعداد کے ذریعے دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔ نصاریٰ کی طرح رہبانیت کو مت اختیار کرو۔'' (صحیحہ/ح ۱۷۸۲)

نکاح شرعی کے فوائد:

اسلام کے آتے ہی وہ تمام اندھیرے مٹ گئے جو زن وشو کے تعلق کو حیوانی پستی سے تعبیر کرتے تھے۔اسلام نے اس تعلق کو اتنا بلند مقام عطا کیا کہ اسے بہت سارے دیگر اسلامی واجبات کا ذریعہ بنایا۔

۞ نکاح کے ذریعہ آدمی کے اخلاق سنورتے ہیں۔

۞ ساتھ رہنے کی وجہ سے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

۞ متحمل مزاجی، فراخدلی اور کشادہ قلبی کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔

۞ امت اسلامیہ کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔

۞ اولاد کو تربیت دی جاتی ہے۔

۞ نان ونفقہ کی ذمہ داری اٹھانے سے کمزوروں اور بے کسوں سے محبت اوران کی ہمدردی کا جذبہ پروان پاتا ہے۔

۞ نکاح مردوزن دونوں کی پاکدامنی اور فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

مذکورہ فوائداور دیگر بہت سارے منافع کی بنیاد پر اسلام نے نکاح کو نہ صرف حلال بلکہ کارثواب اور ایک افضل عمل قرار دیا ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب میں تشریف فرما تھے کہ یکا یک گھر میں داخل ہوئے اور غسل فرما کر باہر نکلے۔صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا بات ہوئی؟ آپ نے فرمایا:

’’فلاں عورت یہاں سے گذری تو میرے دل میں عورت کی خواہش پیدا ہوئی چنانچہ میں اپنی ایک بیوی کے پاس گیا اور اپنی

ضرورت پوری کی۔تم لوگ بھی ایسا کیا کرو کیونکہ حلال کا استعمال تمھارے افضل اعمال میں سے ایک ہے‘‘۔(صحیحہ ۲/۴۴۲)

رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

’’ہمبستری کرنا صدقہ ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرتا ہے اور اس میں بھی اجر پاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے بتاؤ، اگر وہ اسے حرام جگہ استعمال کرتا گناہ پاتا یا نہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح جب وہ حلال میں استعمال کرتا ہے تب اجر پاتا ہے‘‘۔ (صحیح مسلم ۲/ ۶۹۷)

نبی کریم ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

’’تمھارے لئے اپنی بیوی سے جماع کرنے میں بھی ثواب ہے۔انھوں نے کہا: مجھے اپنی شہوت پوری کرنے پر کیسے ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تمھیں اولاد پیدا ہوئی پھر وہ بالغ ہوئی، پھر تم نے اس کے خیر کی امید رکھی پھر اس کا انتقال ہوگیا، کیا تم ثواب کی نیت رکھو گے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔آپ نے فرمایا: کیا تم نے اسے پیدا کیا تھا؟ انھوں نے

کہا: نہیں، اللہ نے اسے پیدا کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم نے اسے ہدایت دی تھی؟ انھوں نے کہا: نہیں، اللہ نے اسے ہدایت دی تھی۔ آپ نے فرمایا: تم اسے روزی دیتے تھے؟ انھوں نے کہا: نہیں، اللہ اسے روزی دیتا تھا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اپنی شرمگاہ کو حلال جگہ استعمال کرو۔ حرام سے دور رکھو۔ اللہ چاہے گا حیات دے گا، چاہے گا وفات دے گا اور تمھیں اجر ملے گا''۔ (مسند احمد ۱۶۸/۵، صحیحہ/ح ۵۷۵)

میاں بیوی کا باہمی تعلق صرف شہوت پوری کرنے کی حد تک نہ رہے بلکہ اس سے بھی اعلیٰ مقاصد پیش نظر ہوں، اس کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے کئی ہدایات دی ہیں:

ا۔ صالح اولاد پیدا کرنے کی نیت ہو۔

فرمان باری ہے:

﴿فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ بقرۃ/۱۸۷

(سو اب تم ان سے [اپنی بیویوں سے] مباشرت کر سکتے ہو اور جو کچھ اللہ نے تمھارے لئے مقدر کر رکھا ہے اسے طلب کرو)۔

یعنی صرف شہوت پوری کرنے کے لئے مباشرت نہ کرو بلکہ نسل کی

افزائش مطلوب ہو جس کا اللہ تعالی نے یہی ذریعہ بنایا ہے۔

۲۔ جماع سے پہلے بسم اللہ کہے اور خاص دعا پڑھے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا [اللہ کے نام کے ساتھ۔ اے اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور جو (اولاد) تو ہمیں عطا کرے اسے بھی شیطان سے بچا]۔ اگر اس دن ان دونوں کے بیچ کوئی اولاد تقدیر میں لکھی گئی تو اسے شیطان کبھی ضرر نہیں پہنچا سکتا''۔

(بخاری ۶/ ۲۴۰، مسلم/ح ۱۴۳۴)

۳۔ نکاح میاں بیوی کے درمیان ایک نہایت مضبوط و مستحکم عہد و پیمان ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَأَخَذْنَ مِنكُمْ مِيْثَاقاً غَلِيْظاً﴾ النساء/۲۱

(اور ان عورتوں نے تم سے مضبوط عہد و پیمان لے رکھا ہے)۔

۴۔ خانہ آبادی کے لئے ہمیشہ دیندار خاتون کی تلاش ہونی

چاہئے۔ نہ مال و جمال پیش نظر رہے، نہ حسب ونسب۔ اگر دین کے ساتھ یہ اوصاف بھی موجود ہوں تو بہت خوب، ورنہ دین کے بغیر ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''چار اوصاف دیکھ کر عورتوں سے شادی کی جاتی ہے۔ ایک مال، دوسرا حسب، تیسرا جمال اور چوتھا دین۔ تم دیندار کو اپنا کر کامیاب رہو، تمھارے ہاتھ خاک آلود ہوں''۔

(بخاری ۱۱۵/۹، مسلم ر ح ۱۴۶۷)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''دنیا پوری کی پوری متاع اور سامان لطف ہے اور دنیا کی سب سے بہترین متاع نیک عورت ہے''۔ (مسلم ر ح ۱۴۶۷)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''جسے اللہ تعالی نے نیک بیوی سے نوازا، اس کے آدھے دین پر اس کی مدد فرمادی۔ اب اسے بقیہ نصف میں اللہ سے ڈرنا چاہئے''۔ (حاکم ۱۶۱/۲)

فصل اول:

بیوی اور شوہر کے مشترکہ حقوق

نکاح کے ذریعہ عائد ہونے والے حقوق کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو زوجین کے درمیان مشترک ہے اور بقیہ دو قسمیں وہ ہیں جو دونوں کے لئے الگ الگ منفرد ہیں۔ ہم اس فصل میں مشترکہ حقوق کا ذکر کریں گے۔ ایسے کل چھ حقوق اہمیت کے حامل ہیں:

۱۔ غلطیوں اور لغزشوں پر چشم پوشی

۲۔ دکھ سکھ میں شرکت

۳۔ اطاعت الٰہی کے لئے باہمی تعاون

۴۔ رازوں کی حفاظت

۵۔ ایک دوسرے کے لئے زیب وزینت

۶۔ جنسی حقوق کی ادائیگی

ہم آئندہ سطروں میں مندرجہ بالا حقوق پر تفصیل کے ساتھ دلائل کی

روشنی میں گفتگو کریں گے۔

پہلا حق: غلطیوں اور لغزشوں پر چشم پوشی

میاں بیوی کو ایک دوسرے کی غلطیاں نظر انداز کرنی چاہئے۔ غلطی خواہ زبان کی ہو یا عمل کی، اگر اس کا مقصد برا نہیں اور وہ انجانے میں ہوئی ہے تو وہ بھول جانے کے قابل ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے جب انسان کو خود اپنے آپ پر اپنی ہی غلطی کی وجہ سے غصہ آتا ہے لیکن اس وقت وہ کیا کرتا ہے؟ ظاہر ہے کہ برداشت کرتا ہے اور عذر تلاش کرتا ہے۔ مثلاً کہیں بولنا ہو اور چپ رہ جائے، طاقت دکھانی ہو اور کمزور پڑ جائے، برداشت کرنا ہو مگر غصہ میں آجائے۔ ان حالات میں آدمی کو اپنے آپ پر غصہ آتا ہے مگر اسے برداشت کرتا ہے۔ اسی طرح میاں بیوی بھی دو قالب ایک جان ہوتے ہیں۔ ہر کسی کو دوسرے کی غلطی اپنی غلطی سمجھنی چاہئے۔ نیک نیتی، خوش گمانی اور دلوں کی محبت کے ساتھ ایک دوسرے کے لئے عذر تلاش کرنی چاہئے اور تحمل کرنا چاہئے۔

شوہر اگر بیوی کو غصہ میں دیکھے تو خود غصہ میں آنے کے بجائے غصہ

پی جائے۔اسی طرح بیوی بھی کرے۔البتہ بیوی کو شوہر کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے اس نصیحت پر مرد سے زیادہ عمل پیرا ہونا چاہئے۔

ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے وہ عظیم بات کہی تھی جو سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔آپ نے کہا:

''اگر تو مجھے غصہ میں دیکھنا تو راضی کر لینا اور جب میں تجھے غصہ میں دیکھوں گا تو راضی کرلوں گا''۔ (فقہ السنۃ ۲/۲۷۲)

یعنی تو مجھے ناراض دیکھنا تو منا لینا اور تجھے روٹھنے پر میں منا لیا کروں گا اس کے بغیر گذارہ اور نباہ مشکل ہے۔

دوسرا حق: دکھ سکھ میں شرکت

محبت نہ ہی آسمان سے اترتی ہے اور نہ ہی زمین سے ابلتی ہے۔اگر ہم خود اسے اپنے دل میں پیدا نہیں کریں گے اور محبت کو پروان دینے اور نشونما پہنچانے والے اسباب کو اختیار نہیں کریں گے تو یہ چیز پیدا نہیں ہوگی۔

غزوۂ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کرنے کی وجہ سے اللہ کا عتاب نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔اپنے ان

دو محبوب ساتھیوں کو روتے دیکھ کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! مجھے بتائیے کہ آپ اور آپ کے ساتھی کیوں رو رہے ہیں؟ اگر مجھے بھی رونا آیا تو روؤں گا ورنہ (رونی صورت بناؤں گا اور) آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے میں بھی زبردستی رونے کی کوشش کروں گا۔ (صحیح مسلم/ح ۱۷۶۳)

اس واقعہ کا قابل غور پہلو یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی محبت اور ایمانی رشتہ واخوت کی بنا پر ان کے غم میں شریک ہونا چاہا۔ تو پھر ایسی محبت کے حقدار میاں بیوی سے بڑھ کر اور کون ہوں گے جس میں دکھ سکھ میں شرکت کی تڑپ ہو!!۔

باہمی الفت ومحبت اور امداد وتعاون کی بنیاد پر گھر اور جملہ اہل خانہ شاد وآباد ہوتے ہیں بصورت دیگر نفرت وکراہت کی بنیاد پر ویران وبرباد ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا میاں بیوی کو تنگی وفراخی، مشکلات وآسانی ہر حالت میں غموں کو دور کرنے اور فرحت وسرور پیدا کرنے میں ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہیئے۔

تیسرا حق: اطاعت الٰہی کے لئے باہمی تعاون

ایک بار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ کون سا مال سب سے بہتر ہے تو ہم اسے اپناتے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سب سے بہتر مال ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور صاحب ایمان بیوی ہے جو ایمان پر مرد کی معاون اور مددگار ہو''۔

(احمد ۲۷۸/۵، ترمذی ۳۰۹۳، صحیح الجامع ۵۲۳۱/)

ایمان پر تعاون کا مفہوم یہ ہے کہ صوم وصلاۃ اور دیگر عبادات کی یاددہانی کرائے اور زنا وغیرہ نیز تمام حرام کاریوں سے منع کرے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کوئی مرد رات میں اپنی بیوی کو بیدار کرتا ہے پھر دونوں ایک ساتھ دو رکعت صلاۃ ادا کرتے ہیں تو بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مردوں اور بکثرت ذکر کرنے والی عورتوں میں ان دونوں کا نام لکھ دیا جاتا ہے''۔

(ابوداود ۱۳۰۹/، ۱۴۵۱، حاکم ۴۱۶/۲)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ اس مرد پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھے اور صلاۃ پڑھے نیز اپنی بیوی کو جگائے تاکہ وہ بھی صلاۃ پڑھے، اگر انکار کرتی ہو تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک دے۔ اور اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھے اور صلاۃ پڑھے نیز اپنے شوہر کو جگائے تاکہ وہ بھی صلاۃ پڑھے، اگر وہ انکار کرتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک دے''۔

(ابوداود/۱۳۰۸، نسائی ۳/۲۰۵، ابن ماجہ/۱۳۳۶)

چوتھا حق: رازوں کی حفاظت

رازوں کی حفاظت میاں بیوی دونوں کی ذمہ داری ہے۔ لوگوں کے درمیان نہ شوہر بیوی کی برائی کرے، نہ اس کے راز فاش کرے اور نہ اس کے مخفی عیوب ظاہر کرے۔ نہ ہی بیوی شوہر کی برائی میں زبان کھولے اور نہ ہی اس کے سربستہ رازوں کو ظاہر کرے۔

ارشاد باری ہے:

﴿فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا

حَفِظَ اللّٰهُ﴾ النساء/٣٤

(نیک عورتیں وہ ہیں جو فرماں بردار اور خاوند کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت میں (مال و آبرو کی) حفاظت کرنے والی ہوں)۔

حفاظت کے معاملے میں بیوی کی ذمہ داریاں زیادہ نازک اور زیادہ عظیم ہیں۔ اسے زنا سے بچ کر اپنے آبرو کی حفاظت کرنی ہے۔ راز چھپا کر گھریلو معاملات کی حفاظت کرنی ہے۔ ہر قسم کی بدنامی سے دور رہ کر نیک نامی کی حفاظت کرنی ہے۔

زوجین کا سب سے اہم راز وہ ہے جو ان کے جنسی تعلقات سے متعلق ہے جس عمل کے نتیجے میں بچہ کی ولادت ہوتی ہے، اس کا افشاء قطعی حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن اللہ کے یہاں سب سے بدتر درجہ کا شخص وہ ہوگا جو اپنی عورت سے ملاپ کرے اور عورت اس سے ملاپ کرے پھر وہ (شوہر) بیوی کے راز کو پھیلائے''۔ (صحیح مسلم/١٤٣٧)

راز کے پھیلانے کا مفہوم یہ ہے کہ دوستوں میں مزے لے لے کر

بیان کرے۔ظاہر ہے کہ بند کمرے کی بات جب کسی سے زبانی طور پر بیان کردی گئی تو گویا اسے اس کی تصویر دکھادی گئی اور وہ عمل اس کے سامنے انجام دیا گیا لہٰذا اب راز راز نہیں رہا۔

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں تھیں اور وہاں بہت سی عورتیں اور مرد بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''شاید تم میں سے بعض مرد اپنی بیوی کے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں دوسروں سے بیان کردیتے ہیں اور شاید بعض عورتیں بھی اپنے شوہروں کے ساتھ جو کچھ کرتی ہیں بیان کردیا کرتی ہیں؟ لوگ خاموش رہے۔اسماء رضی اللہ عنہا بول پڑیں: ہاں، اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! یقیناً عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں اور بے شک مرد بھی ایسا کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کیا کرو، اس عمل کی مثال ایسے ہی ہے کہ کوئی شیطان سرراہ (لب سڑک) کسی شیطانہ سے ملاپ کرے، اس سے جماع کرے اور لوگ دیکھتے رہیں''۔ (مسند احمد ۶/۴۵۶)

پانچواں حق: ایک دوسرے کے لئے زیب وزینت

زینت، سجاوٹ اور بناؤ سنگار کے بہت سارے سامان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک گراں قدر نعمت ہیں۔ ان کا استعمال نہ صرف حلال ہے بلکہ قرآن پاک میں انھیں حرام ٹھہرانے کی کوشش کرنے والوں کی سرزنش کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ أعراف/۳۲

(آپ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت کو جس کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء اس طور پر کہ قیامت کے روز اہل ایمان کے لئے خالص ہوں گی دنیوی زندگی میں بھی مومنوں کے لئے ہیں)۔

احادیث میں مرد وعورت سب کے لئے صفائی ستھرائی اور زیب وزینت اختیار کرنے کی ترغیب موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''جس کے پاس بال ہو وہ اس کی عزت کرے''۔

(ابوداود/۴۱۶۳)

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے لمبے بال کان کی لو سے نیچے تک پہنچتے ہیں، کیا میں اسے کنگھی کر سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہاں! اور اس کی عزت کرو''۔ (النسائی ۱۸۳/۸)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمایا:

''جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو سکتا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہو۔ ایک شخص نے پوچھا: ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کے جوتے اچھے ہوں (کیا یہ بھی کبر ہے؟) آپ نے فرمایا: (نہیں) اللہ خوبصورت ہے، خوبصورتی سے محبت رکھتا ہے''۔ (صحیح مسلم/۹۱)

ایک آدمی معمولی لباس پہنے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے اس سے دریافت کیا: تمھارے پاس مال ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: کون سا مال؟ اس نے کہا: اللہ نے مجھے ہر قسم کے مال

سے نوازا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب اللہ نے تجھے مال دیا ہے تو اللہ کی نعمت اور تکریم کا اثر تجھ پر نظر آنا چاہئے''۔ (نسائی ۲/۲۹۱-۲۹۶، ابوداود ۴۰۶۳)

زوجین کو چاہئے کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے مناسب حد تک زیب و زینت اختیار کریں کیونکہ اس سے باہمی الفت ومحبت پروان پاتی ہے۔ عورت تو فطری طور پر زینت کی عاشق اور بناؤ سنگار کی حریص ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے لئے بعض ایسی چیزیں بھی جائز اور حلال رکھی ہیں جو مردوں پر حرام ہیں جیسے ریشمی لباس اور سونے کے زیورات جو مردوں پر حرام ہیں لیکن عورتوں کے لئے حلال ہیں۔

زینت اختیار کرتے ہوئے عورت کو بعض امور کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۔ خیال رہے کہ وہ زینت حرام نہ ہو جیسے بالوں کا جوڑنا، بالوں کا اکھیڑنا، گودنا گودوانا، دانتوں کے درمیان فاصلہ بنوانا وغیرہ۔

۲۔ مبالغہ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ تمام قیمتی وقت آئینہ کے سامنے ہی برباد ہو۔

۳۔ یاد رہے کہ اجنبی مرد کے سامنے کسی بھی قسم کی زینت کا اظہار ممنوع اور حرام ہے۔

باہمی الفت ومحبت پیدا کرنے میں بناؤ سنگار کی تاثیر اور اس کی اہمیت کا اشارہ اس حدیث پاک سے ملتا ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے سفر سے واپسی کے وقت اپنے صحابۂ کرام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

''ذرا ٹھہرو۔ گھروں کو شام میں پہنچو تاکہ پراگندہ بال عورت کنگھی کر لے اور جس کا خاوند غائب تھا پاکی حاصل کر لے''۔

(یعنی زیر ناف وغیرہ صاف کر لے)۔

(بخاری ۹/۲۹۶-۲۹۷، مسلم ۱۵/۷)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کو اپنے گھر پہنچنے کی اطلاع قبل از وقت دے دینی چاہئے اور اچانک نہیں آدھمکنا چاہئے تاکہ بیوی اس کے استقبال کی اچھی تیاری کر لے اور جب آدمی اس سے ملے تو دیکھ کر خوش ہو جائے۔ ایسی حالت میں نہ ملے کہ دیکھے تو نفرت و کراہت پیدا ہو۔

اور اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ شوہر کی موجودگی میں بیوی کو ہمیشہ بن سنور کر رہنا چاہئے۔ بناؤ سنگار صرف غیر موجودگی ہی

میں چھوڑنا چاہیئے۔ صحابۂ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم میں یہ بات نہایت معروف تھی۔ اسی بنا پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بناؤ سنگار کے بغیر دیکھا تو پوچھا: عثمان موجود ہیں یا غائب؟ جواب دیا کہ عثمان کو نہ ہی دنیا سے کوئی مطلب ہے اور نہ ہی عورتوں سے کوئی رغبت۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا:

''اے عثمان! کیا تمھارا بھی اسی پر ایمان ہے جس پر ہمارا ایمان ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: کیا تمھارے لئے ہمارے اندر اسوہ اور نمونہ نہیں ہے''۔

(مسند احمد ۱۰۶/۶، صحیحہ ۳۹۴/۴، ۱۷۸۲)

قابل غور یہ ہے کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں سنگار کے بغیر دیکھا تو فوراً اسے شوہر کی غیر موجودگی سے جوڑ دیا کیونکہ ان کے دل ودماغ میں یہ مفہوم راسخ تھا کہ جب تک شوہر گھر پر موجود ہو عورت ہمیشہ صفائی ستھرائی اور زیب وزینت کے ساتھ رہتی ہے۔

بیوی کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے شوہر کو خوش کرنے کی کوشش کرے۔

جب شوہر گھر میں داخل ہو تو بن سنور کر ہنستے مسکراتے اس کا استقبال کرے۔ کاموں کی کثرت کا نام لے کر تھکاوٹ ظاہر نہ کرے۔ کسی بات پر نفرت کا اظہار نہ کرے۔ آگے بڑھ کر اس کا سامان ہاتھ میں لے۔ کپڑے بدلنے اور جوتے موزے اتارنے میں اس کی مدد کرے۔ گھر میں پہننے والا لباس لا کر دے۔ ان باتوں سے شوہر کو خوشی حاصل ہوگی اور وہ ایسی بیوی پا کر سعادت محسوس کرے گا۔

آج کل کی اکثر عورتوں کا حال یہ ہے کہ شوہر جب گھر پر پہنچتا ہے تو تنگ دلی کے ساتھ، گندے کپڑوں میں، تھکی ماندی، زبان پر شکوے شکایات کے ساتھ شوہر کا استقبال کرتی ہیں یا پھر کھانا پکانا دیر سے شروع کرنے کی وجہ سے اسی میں لگی رہتی ہیں۔ شوہر کا اتنے پرتپاک انداز میں استقبال نہیں کرتیں جس طرح اپنی سہیلیوں کا استقبال کرتی ہیں۔ یہی ساری باتیں شوہر کی نفرت کی بنیاد بن جاتی ہیں۔ گھر سجانے پر تو بڑی توجہ ہوتی ہے مگر گھر والے ہی کو بھول جاتی ہیں۔

ایک ماں نے شادی کے وقت اپنی بیٹی کو بڑی اہم نصیحت کی تھی۔ اس نے کہا تھا:

''بیٹی! بدن کی صفائی میں غفلت نہیں کرنا۔ صفائی تیرے چہرے کو منور و چمکدار اور تیرے شوہر کو تیرا عاشق بنائے گی۔ تجھے بیماریوں سے بچائے گی اور جسم کو طاقتور رکھے گی۔ گندی عورت سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے۔ کان اور آنکھ اس سے اچاٹ جاتے ہیں۔ نہ اسے دیکھنے کو جی چاہتا ہے اور نہ ہی اس کی بات سننے کو۔ شوہر کا جب بھی سامنا کرنا تو اس حال میں کہ تیرا چہرہ شگفتہ ہو اور تیرے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی ہو۔ مسکراتا چہرہ ہی محبت کی روح ہے''۔

مرد کو بھی اپنی بیوی کے لئے ہر وہ زینت اختیار کرنی چاہئے جو اسلامی شریعت میں جائز اور اس کی مردانگی کے شایان شان ہو مثلاً:

- چاندی کی انگوٹھی پہنے۔
- اتنے لمبے بال رکھے جو کندھے تک پہنچتے ہوں۔
- کنگھی کرے اور مانگ نکالے۔
- بالوں کی عزت کرے لیکن اسی کو صبح و شام کا مشغلہ نہ بنالے۔
- بالوں کی سفیدی کو سیاہی کے علاوہ سرخ یا زرد خضاب سے بدل لے۔

- خوشبو استعمال کرے۔
- مسواک کرے اور سرمہ لگائے۔

البتہ زینت کی خاطر کوئی حرام کام قطعاً نہ کرے مثلاً:

- داڑھی نہ مونڈے۔
- سونے کی انگوٹھی یا سونے کی چین نہ پہنے۔
- ریشم نہ پہنے۔
- کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکائے۔

یہ تمام امور اسلامی شریعت نے مردوں پر حرام قرار دیئے ہیں۔

زینت کے معاملے میں شریعت نے تنگی نہیں کی ہے۔ ہاں اصلاح کی خاطر اور فساد سے بچانے کے لئے چند معمولی قیود اور پابندیاں رکھی ہیں اور پھر آزادی بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا بَنِي آدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلاَ تُسْرِفُوْا إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾

أعراف/۳۱

(اے اولاد آدم تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا

کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''کھاؤ اور پیو، پہنو اور صدقہ کرو، اسراف اور تکبر سے بچ کر''۔

(بخاری تعلیقاً و مسند طیالسی)

اسلام لباس اور زینت تمام معاملات میں اعتدال کا حکم دیتا ہے۔ فخر و مباہات اور کبر و غرور سے روکتا ہے کیونکہ یہ چیزیں انسان کے دین و دنیا دونوں کے لئے مضر ہیں۔

چھٹا حق: جنسی حقوق کی ادائیگی

میاں بیوی میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے کی جنسی خواہش کا احترام ضروری ہے لہٰذا ان میں سے کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ قدرت و استطاعت کے باوجود دوسرے کا حق نہ دے۔ جب بھی شوہر کا ہمبستری کا ارادہ ہو تو عورت کو اپنی خواہش اور رغبت کے فقدان کے باوجود اس کی پکار پر لبیک کہنا ضروری ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ کوئی شرعی عذر اور رکاوٹ ہو مثلاً حیض و نفاس کی حالت ہو یا ماہ رمضان کا صوم ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کردے جس کی بنا پر شوہر غصہ میں رات گذارے تو صبح ہونے تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں''۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ''جب تک شوہر راضی نہ ہو جائے آسمان والا ناراض رہتا ہے''۔ (بخاری ۲۵۸/۹، مسلم ۱۴۳۶/)

نیز رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے بلائے تو اسے آنا چاہئے خواہ وہ تنور پر ہو''۔ (یعنی روٹی پکانے میں مشغول ہو)۔

(ترمذی ۱۱۶۰/، صحیحہ ۱۲۰۲/)

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف دیتی ہے تو آخرت میں اس کی ہونے والی بیوی جنت کی حور کہتی ہے: اللہ تجھے غارت کرے، تو اسے تکلیف نہ دے، یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، جلد ہی تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آنے والا ہے''۔

(ترمذی ۱۱۷۴/، صحیحہ ۱۷۳/)

نیز ارشاد ہے:

’’تین لوگوں کی صلاۃ ان کے کان سے تجاوز نہیں کرتی۔ ایک بھاگا ہوا غلام جب تک اپنے مالک کے پاس واپس نہ آجائے، دوسرے وہ عورت جو سوتی ہو اور اس کا شوہر اس پر ناراض ہو، تیسرے وہ امام جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں‘‘۔

(ترمذی ۳۶۰)

ایک وضاحت:

واضح رہے کہ عورت کے لئے حرام کاموں میں شوہر کی اطاعت جائز نہیں بلکہ اس وقت اطاعت کے بجائے مخالفت ضروری ہے۔ مثلاً شوہر حیض یا نفاس کے ایام میں یا پاخانہ کے راستہ سے کرنا چاہے یا رمضان کے دنوں میں حالت صوم میں جماع کرنا چاہے تو اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

’’اللہ کی نافرمانی میں کسی انسان کی اطاعت جائز نہیں، اطاعت صرف بھلائی کے کاموں میں ہے‘‘۔

(بخاری ۱۳/ ۲۰۳، مسلم ۶/ ۱۵)

رسول رحمت ﷺ نے فرمایا ہے:

''جس شخص نے کسی حائضہ عورت سے جماع کیا، یا عورت کے پاخانہ کے راستہ میں وطی کیا، یا کاہن کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت کا انکار کیا''۔ (ابوداود/۳۹۰۴، ترمذی/۱۳۵، ابن ماجہ/۶۳۹)

جس طرح عورت کے لئے مرد کی پکار پر لبیک کہنا ضروری ہے اسی طرح بلا وجہ بیوی کے بستر سے الگ رہنا مرد پر بھی حرام ہے۔ مرد کے لئے لازم ہے کہ اپنی طاقت اور بیوی کی حاجت کے مطابق اس کا حق ادا کرے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا أَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلاَ تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ النساء/۱۲۹

(اگر تم اپنی بیویوں کے درمیان کما حقہ عدل کرنا چاہو بھی تو ایسا ہرگز نہ کرسکو گے لہذا یوں نہ کرنا کہ ایک بیوی کی طرف تو پوری طرح مائل ہو جاؤ اور باقی کو لٹکتا چھوڑ دو)۔

''لٹکتا'' کا مفہوم یہ ہے کہ نہ ہی وہ خالی ہے کہ دوسری شادی کر سکے اور نہ ہی شوہر والی رہ جاتی ہے کیونکہ اس کا حق اسے نہیں دیا جا رہا ہے۔

یہاں یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ کا یہ حکم ہے کہ اگر شوہر کا حق فوت ہورہا ہو تو عورت نفلی عبادتوں میں مشغول نہیں ہوسکتی اسی طرح آپ کا یہ بھی حکم ہے کہ شوہر بھی اس وقت نفلی عبادت میں مشغول نہیں ہوسکتا جب اس کی وجہ سے بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت ہورہی ہو۔

چنانچہ بعض صحابۂ کرام کے تعلق سے حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ جب انھوں نے اپنے ذوق عبادت کی بنا پر اپنی بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو رسول رحمت ﷺ نے ان کی تنبیہ فرمائی۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر صحیح پہنچی ہے کہ تم دن کو صوم رکھتے ہو اور پوری رات قیام کرتے ہو؟ انھوں نے کہا: سچ ہے اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، صوم رکھو اور نہ بھی رکھو، سوؤ اور تہجد بھی پڑھو، کیونکہ تم پر تمھارے جسم کا حق ہے، تمھاری آنکھوں کا حق ہے، تمھاری بیوی کا حق ہے، اور تم سے ملنے والوں کا حق ہے۔ تمھارے لئے ہر ماہ میں تین دن صوم رکھنا

کافی ہے کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے، اس طرح پورے
سال کے صوم کا تمھیں ثواب مل جائے گا۔

(بخاری ۱۲۳/۵، مسلم ۱۱۵۹)

سنن نسائی (۲۰۹/۴-۲۱۵) میں یہ واقعہ کچھ مزید تفصیل کے ساتھ مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ میرے والد نے ایک عورت سے میری شادی کی۔ پھر ملاقات کے لئے آئے تو میری بیوی سے میرا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا: بڑے اچھے آدمی ہیں، رات بھر قیام کرتے ہیں (صلاۃ پڑھتے رہتے ہیں) اور دن میں صوم رکھتے ہیں۔ یہ سن کر میرے والد (معاملہ سمجھ گئے اور انھوں) نے مجھے ڈانٹ ڈپٹ کی۔ ملامت اور سرزنش کی۔ پھر کہا: میں نے ایک دیندار خاتون سے تیری شادی کی اور تو اس کا حق ادا نہیں کرتا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ذوق عبادت کی وجہ سے اپنے والد کی بات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا:

''میں تہجد بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، میں صوم رکھتا ہوں
اور نہیں بھی رکھتا لہذا قیام بھی کرو اور سوؤ بھی، صوم بھی رکھو اور

افطار بھی کرو''۔

اس سلسلہ کا دوسرا واقعہ وہ ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی خویلہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا میرے پاس آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پراگندہ حالت اور بگڑی ہوئی صورت دیکھ کر پوچھا: عائشہ! خویلہ نے ایسی حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ عورت جس کا شوہر دن بھر صوم رکھتا ہو اور رات بھر صلاۃ پڑھتا ہو تو اس کے شوہر کا ہونا نہ ہونا برابر ہے لہذا اس نے اپنے آپ کو اسی حالت پر چھوڑ دیا اور ضائع کر دیا (کیونکہ جب شوہر ہی توجہ نہ کرے تو بیوی کس کے لئے بناؤ سنگار کرے؟!) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے کہا:

''عثمان! کیا میری سنت سے رغبت اور دلچسپی نہیں ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی سنت ہی کی تلاش میں رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں سوتا بھی ہوں اور صلاۃ بھی پڑھتا ہوں، صوم بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ عثمان! اللہ سے ڈرو، تم پر تمھاری بیوی

کا حق ہے،تم پر تمھارے مہمان کا حق ہے،تم پر تمھاری جان کا حق ہے۔صوم بھی رکھو،افطار بھی کرو،صلاۃ بھی پڑھو اور سوؤ بھی۔

(مسند احمد ٦/٢٦٨)

امام شعبی رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ کعب بن سور رحمہ اللہ امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے اپنے شوہر سے اچھا کوئی مرد نہیں دیکھا، رات بھر صلاۃ پڑھتا ہے اور دن بھر صوم رکھتا ہے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تعریف کی اور اسے دعائیں دیں۔عورت شرما کر واپس جانے لگی تو کعب نے کہا: امیر المومنین! اس عورت نے آپ تک اپنے شوہر کی شکایت پہنچائی ہے کہ آپ شوہر سے اس کا حق دلایئے۔عمر رضی اللہ عنہ نے کعب رحمہ اللہ سے کہا: تم نے اس کا معاملہ سمجھا ہے لہذا تم ہی اس کا فیصلہ کرو۔ کعب نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ کم از کم ہر چوتھا دن اس عورت کا حق ہونا چاہئے۔ کیونکہ ایک عورت کی بیک وقت زیادہ سے زیادہ تین سوکنیں ہوسکتی ہیں۔اگر اس آدمی کو نفلی عبادت کا شوق ہی ہے تو تین رات عبادت کے لئے رکھے اور ایک رات اور دن اس عورت کا حق رہے گا۔عمر رضی اللہ عنہ اس

فیصلہ سے بہت خوش ہوئے اور ان کو بصرہ کا قاضی مقرر فرما دیا۔

(مصنف عبدالرزاق ۱۲۵۸۷/۷، اصابہ ۶۴۶/۵)

حقوق زوجیت کی اہمیت کے پیش نظر اسلامی شریعت کا ایک دستور یہ بھی ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھا لے تو اسے قسم توڑنا لازم ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاؤُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ البقرة /۲۲۶۔۲۲۷

(جو لوگ اپنی بیویوں سے (تعلق نہ رکھنے کی) قسمیں کھائیں، ان کے لئے چار مہینے کی مدت ہے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کا ہی قصد کرلیں تو اللہ تعالی سننے والا جاننے والا ہے)۔

آیت میں اس بات کی صراحت ہے کہ جو اپنی بیوی سے قریب نہ جانے کی قسم کھالے اسے چار مہینے کی مہلت دی جائے گی، اس مدت کے دوران اگر وہ اپنی قسم توڑ دیتا ہے اور قسم کا کفارہ ادا کرتا ہے نیز عدل وانصاف کو اپنا کر

اپنی بیوی سے تعلق قائم کر لیتا ہے اور اس کے حقوق کو ادا کرنے لگتا ہے تو ٹھیک ہے بصورت دیگر اسے طلاق دینا ہوگا۔ اگر وہ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں اپناتا تو عدالت دخل اندازی کر کے کسی ایک صورت کے اختیار کرنے پر مجبور کرے گی تا کہ عورت پر ظلم و زیادتی نہ ہو۔

فقہاء کرام کا خیال ہے کہ وطی کا حق نہ ملنے کی بنا پر نکاح کو فسخ کیا جا سکتا ہے اسے فقہ کی اصطلاح میں ''فسخ للعیب'' کہتے ہیں خواہ جسمانی عیب ہو یا اخلاقی یعنی خواہ ایسی جسمانی بیماری ہو جس کی بنا پر وطی کرنا محال ہو یا بد اخلاقی کی بنا پر یوں ہی بیوی کو تکلیف پہنچانے کے لئے وطی نہ کرتا ہو، دونوں حالتوں میں بیوی کا حق نہ ملنے کی بنا پر نکاح فسخ کیا جا سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: شوہر اپنی بیوی سے کتنے دنوں تک غائب رہ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: چھ مہینے۔ اس کے بعد شوہر کو واپس آنے کے لئے کہا جائے گا، اگر وہ انکار کرتا ہے تو حاکم دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا۔ (المغنی ۷/۳۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور وہ تفریق کا مطالبہ کرتی ہے تو ایسا کر دیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

فصل دوم:

بیوی کے حقوق

نکاح کے ذریعہ عائد ہونے والے حقوق میں سے بیوی اور شوہر کے مشترکہ حقوق کا بیان گذشتہ فصل میں کیا جا چکا ہے۔حالیہ فصل میں ہم شوہر پر صنف نازک کے حقوق کا تذکرہ کریں گے۔اجمالی طور پر وہ کل چھ حقوق ہیں۔

۱۔حق مہر

۲۔نان ونفقہ

۳۔رہائش

۴۔تعلیم وتربیت

۵۔عزت وناموس کی حفاظت

۶۔حسن معاشرت

آیئے اب ہر ایک کی الگ الگ تفصیل پیش کی جائے۔

① حق مہر

نکاح کی وجہ سے جو مال یا منفعت عورت کو دیا جاتا ہے اسے مہر کہتے ہیں۔اسلام نے مرد کے اوپر مہر کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے۔اس پر پوری امت کا اتفاق ہے۔اس کے دلائل قرآن مجید میں بھی ہیں اور احادیث پاک میں بھی۔آیئے پہلے قرآن مجید کے دلائل آپ کے سامنے رکھتے ہیں:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ النساء/۴

(عورتوں کو ان کا حق مہر بخوشی ادا کر دیا کرو)۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ النساء/۲۵

(ان [باندیوں] کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر سکتے ہو اور دستور کے مطابق ان کے مہر دو)۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فَآتُوهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ النساء/۲۴

(انھیں ان کے مقررہ حق ادا کرو)۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَالِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ﴾ النساء/۲۴

(ان کے ماسوا عورتیں اپنے مال کے ذریعے حاصل کرنا تمھارے لئے جائز قرار دیا گیا ہے بشرطیکہ اس سے تمھارا مقصد نکاح ہو محض شہوت رانی نہ ہو)۔

آیئے اب احادیث پاک کے دلائل ملاحظہ فرمایئے:

❶ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شادی کی اطلاع دیتے ہوئے کہا: میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے اسے مہر کیا دیا ہے؟ جواب دیا: کھجور کی گٹھلی کے وزن برابر سونا (جو پانچ درہم کے وزن برابر ہوتا تھا) آپ نے دعا دی: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ (اللہ تیرے لئے برکت نازل فرمائے) ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی کا ہو۔ (بخاری ۹/۱۰۱، مسلم/۱۴۲۷)

❷ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر قرار دیا۔ (بخاری ۹/۱۱۱، مسلم/۱۳۶۵)

❸ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ ! میں اس لئے آئی ہوں کہ اپنے آپ کو آپ کے لئے ہبہ کردوں۔ آپ نے نظر اٹھائی اور اسے غور سے دیکھا پھر آپ نے سر جھکا لیا۔ جب عورت نے دیکھا کہ آپ نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی۔ ایک شخص نے اٹھ کر کہا : یارسول اللہ ! اگر آپ کو اس عورت کی حاجت نہ ہوتو اس سے میرا نکاح کردیں۔ آپ نے فرمایا: تمھارے پاس (مہر دینے کے لئے) کچھ ہے؟ اس نے کہا : یارسول اللہ ! اللہ کی قسم میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ تلاش کرو، اگر لوہے کی ایک انگوٹھی ہوتو وہی سہی ۔ وہ شخص گیا اور واپس آکر اس نے کہا: یارسول اللہ ! اللہ کی قسم مجھے تو لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی ۔ میرے پاس صرف یہ تہبند ہے۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (راوی حدیث) کہتے ہیں: اس شخص کے پاس کوئی چادر بھی نہ تھی (کہنے لگا) یہی تہبند آدھا اس عورت کا ہوا۔ آپ نے فرمایا: یہ تیرے تہبند کو کیا کرے گی؟ اگر تو اسے پہنے گا تو اس پر کچھ نہیں ہوگا اور اگر یہ پہنے گی تو تجھ پر کچھ نہیں ہوگا۔ پھر وہ شخص بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ جب اسے بیٹھے بیٹھے زیادہ عرصہ ہوگیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیٹھ پھیر کر

واپس جاتے دیکھا تو اسے واپس بلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ بلایا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: تمھیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ اس نے کہا: فلاں فلاں سورت مجھے یاد ہے۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے حافظہ سے اسے پڑھ سکتے ہو؟ اس شخص نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو جاؤ جو تمھیں قرآن یاد ہے اس کے بدلہ میں نے تمھیں اس کا مالک بنا دیا۔

(بخاری ۹/۱۱۳، مسلم/۱۴۲۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تعلیم بھی مہر ہوسکتی ہے۔ اسی طرح مہر کا لازم ہونا بھی معلوم ہوا۔ کیونکہ اگر کسی کو بلا مہر شادی کی اجازت ہوسکتی تھی تو اس فقیر کو ہوسکتی تھی جس کے پاس لوہے کی ایک انگوٹھی تک نہ تھی، مجبوراً وہ اپنے تہبند کو مہر میں دینا چاہتا تھا جب کہ اس کے اوپر اوڑھنے کے لئے ایک چادر بھی نہ تھی۔

مستحب یہ ہے کہ کوئی بھی نکاح مہر کے ذکر سے خالی نہ رہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہر ایک بیوی سے شادی کرتے ہوئے اور اسی طرح ہر بیٹی کے عقد نکاح میں مہر ضرور متعین کیا ہے۔ نیز عقد نکاح ہی میں مہر کی تعیین کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مستقبل میں اختلاف کا اندیشہ باقی نہیں رہتا۔

البتہ عقد نکاح کے صحیح ہونے کے لئے مہر کی تعیین شرط نہیں ہے۔اس کے بغیر بھی عقد صحیح ہو جائے گا۔لیکن بعد میں یا تو متعین کر دیا جائے یا مہر مثل کی مستحق ہوگی۔ارشاد باری ہے:

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ البقرة ۲۳۶/۲

(تم پر کچھ گناہ نہیں اگر ایسی عورتوں کو طلاق دے دو جنھیں تم نے مس (جماع) نہ کیا ہو اور نہ ہی حق مہر مقرر کیا ہو)۔

ظاہر ہے کہ طلاق نکاح صحیح کے بعد ہی ہوسکتی ہے اور آیت میں یہ بتلایا جا رہا ہے کہ جب عورت کی مہر مقرر نہ ہوا سے طلاق دیا جا سکتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر کی تعیین کے بغیر بھی نکاح صحیح ہوسکتا ہے۔نیز حدیث ذیل بھی اس امر کی شاہد ہے:

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: کیا تم اس بات پہ راضی ہو کہ تمھارا نکاح میں فلاں عورت سے کر دوں؟ اس نے کہا: ہاں۔آپ نے عورت سے پوچھا: کیا تم اس بات پہ راضی ہو کہ فلاں سے تمھارا نکاح کر دوں؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔چنانچہ آپ نے ان دونوں کا ایک دوسرے

سے نکاح کر دیا۔ یہ صحابی اس کے ساتھ رہنے لگے، نہ ہی اس کی مہر متعین کی اور نہ ہی اسے کچھ دیا۔ یہ غزوۂ حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں میں سے ایک تھے اور حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں کو خیبر کی زمین میں حصہ ملا تھا۔ جب ان کی وفات کا وقت ہوا تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فلاں عورت سے میری شادی کی تھی، میں نے نہ ہی اس کی مہر مقرر کی اور نہ ہی اسے کچھ دیا، میں تم سب کو گواہ بناتا ہوں کہ خیبر کی زمین کا اپنا حصہ اسے بطور مہر دے رہا ہوں۔ اس عورت نے وہ حصہ لے لیا اور ان کی موت کے بعد ایک لاکھ میں فروخت کیا۔

(ابوداود/۲۱۱۷، صحیحہ/۱۸۴۲)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک عورت کا مقدمہ پیش ہوا۔ اس کا شوہر مہر متعین کئے بغیر اور نکاح کے بعد اس عورت کو ہاتھ لگائے بغیر انتقال کر گیا تھا۔ آپ نے فیصلہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میری رائے یہ ہے کہ وہ اپنی قریبی عورتوں کے مہر جیسی مہر کی مستحق ہے، میراث کی بھی مستحق ہے اور عدت گذارنی ہوگی۔''

پھر معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ نبی ﷺ نے بروع

بنت واشق کے لئے ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔

(ابوداود/۲۱۱۴،ترمذی/۱۱۴۵،نسائی ۶/۱۲۱-۱۲۳)

اسلام نے مہر کو عورت کا حق قرار دیا ہے اور اسے ادا کرنا شوہر پر لازم کیا ہے۔لیکن واضح رہے کہ یہ عورت کی قیمت نہیں ہے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں اسلام سے پہلے عربوں کا تصور تھا بلکہ یہ عورت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خالص عطیہ ہے اور عورت کی تکریم واعزاز کا ایک رمز ہے۔

اسلامی شریعت نے عورت کے حق مہر کی پاسبانی کرتے ہوئے یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ عورت کی کامل اجازت اور حقیقی رضامندی کے بغیر کوئی شخص نہ ہی اس حق کو کھا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی دیگر تصرف کرسکتا ہے۔ارشاد باری ہے:

﴿ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْساً فَكُلُوهُ هَنِيْئاً مَّرِيْئاً ﴾ نساء/۴

(ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تمھیں چھوڑ دیں تو تم اسے مزے سے کھا سکتے ہو)۔

یعنی زبردستی نہ کی گئی ہو، بداخلاقی سے انھیں اس پر مجبور نہ کیا گیا ہو اور دھوکا وفریب سے انھیں شرمندہ کر کے لینے کی کوشش نہ کی گئی ہو، اگر شرم یا خوف کی وجہ سے چھوڑتی ہیں تو اس کا کھانا حلال نہیں ہوگا۔

امام طبری فرماتے ہیں کہ ''مہر کو واپس لے کر کھانے کے لئے عورت کی طرف سے دل کی خوشی کے ساتھ دینے کی شرط لگائی گئی ہے اس لئے احتیاط نہایت ضروری ہے کیونکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی دل کی پوری خوشی کے ساتھ اپنا مال دے۔'' (تفسیر طبری)

جو لوگ حق مہر کھا جاتے ہیں ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی سخت وعید ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی عورت سے شادی کرے اور اپنی ضرورت پوری کر لینے کے بعد اسے طلاق دے دے اور اس کا مہر کھا جائے۔ دوسرا وہ آدمی جس نے کسی کو مزدوری پر رکھا اور پھر مزدوری کھا گیا۔ تیسرا وہ شخص جو بلا وجہ کسی جانور کو قتل کرتا ہے''۔

(حاکم ۲/۱۸۲، صحیحہ/۹۹۹)

صرف ایک ہی ایسی حالت ہے جب عورت اپنا مہر کھو دیتی ہے اور وہ خلع کی حالت ہے یعنی جب عورت خاوند سے علیحدگی حاصل کرنا چاہے تو اس صورت میں خاوند عورت سے اپنا دیا ہوا مہر واپس لے سکتا ہے۔

ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے ثابت کے دین واخلاق پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں انھیں برداشت نہیں کرسکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم ان کو ان کا باغ واپس کردو گی؟'' انھوں نے کہا: ہاں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''باغ واپس لے لو اور ایک طلاق دے دو''۔ (بخاری ۹/۳۲۵)

واضح رہے کہ خلع کا معاملہ اس وقت کے لئے ہے جب بیوی کو شوہر سے نفرت وکراہت ہو اور اسے اس بات کا خوف ہو کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر شوہر کے حقوق ادا نہیں کرسکتی اور اللہ کے حدود پر قائم نہیں رہ سکتی لیکن اگر کراہت مرد کی طرف سے ہے اور عورت بے گناہ ہے تو اسے دستور کے مطابق عورت کو الگ کردینا چاہیئے اور اس کے تمام حقوق اسے دینا چاہیئے۔ ایسی حالت میں دی ہوئی کوئی چیز اسے واپس لینے کا حق نہیں ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَاراً فَلاَ تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئاً أَتَأْخُذُوْنَهُ بُهْتَاناً وَّإِثْماً مُّبِيْناً وَّكَيْفَ تَأْخُذُوْنَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَّأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقاً غَلِيْظاً﴾ النساء/۲۰-۲۱

(اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانا چاہو اور تم نے اسے خواہ خزانہ بھر مال دیا ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم اس پر بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر اس سے مال لینا چاہتے ہو؟ اور تم لے بھی کیسے سکتے ہو جب کہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں)۔

یعنی تم نے ایک دوسرے سے ازدواجی تعلقات بھی قائم کئے تو اب مہر کی واپسی کا مطالبہ ناجائز ہوا، دوسری جانب نکاح کے وقت تم سے نان ونفقہ کی ذمہ داری پوری کرنے کا عہد لیا گیا تھا چنانچہ کسی بھی چیز کی واپسی کا مطالبہ درست نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کا حکم تو یہ ہے کہ انھیں کچھ دے دلا کر بھلے انداز سے رخصت کرو۔

مہر کے تعلق سے شیخ الاِ سلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کیا خوب لکھا ہے۔فرماتے ہیں: ''مرد کے لئے عورت کا ایسا مہر متعین کرنا مکروہ ہے جسے اگر نقد ادا کرے تو نقصان اٹھائے اور اگر قرض رکھے تو ادا کرنے سے عاجز رہ جائے۔ نیز مرد کے لئے ایسا کرنا بھی حرام ہے کہ ایک بڑی رقم مہر متعین کر کے اسے اپنے ذمہ قرض رکھے اور دل میں یہ نیت ہو کہ اسے ادا نہیں کرے گا۔ جو لوگ ریا و نمود اور فخر و مباہات کے طور پر خوب زیادہ مہر رکھتے ہیں اور نیت یہ رکھتے ہیں کہ شوہر سے نہیں لیں گے اور شوہر بھی دینے کا ارادہ نہیں رکھتا تو یہ انتہائی بدترین عمل ہے اور سنت و شریعت کے خلاف ہے''۔

(فتاوی ۲۲/۱۹۲-۱۹۳)

شریعت مطہرہ نے اگر ایک طرف عورت کی عزت و تکریم کے لئے مہر کو لازم قرار دیا ہے تو دوسری طرف اسے ہلکا اور آسان رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''وہ عورت بابرکت ہے جس کی منگنی آسان ہو، جس کا مہر آسان ہو، جس کا پیٹ آسان ہو''۔[یعنی حمل و ولادت آسان ہو]۔

(مسند احمد ۶/۷۷)

اسی طرح زیادہ مہر رکھنے پر نبی کریم ﷺ ناراض ہوتے تھے۔

''ایک مرتبہ ایک شخص (شادی کے لئے) آپ سے مدد طلب کرنے آیا۔ آپ نے دریافت کیا: کتنے مہر پر تو نے اس سے شادی کی ہے؟ اس نے کہا: چار اوقیہ پر۔ نبی ﷺ نے حیرت سے فرمایا: چار اوقیہ پر؟!! لگتا ہے تم لوگ اسی پہاڑ سے چاندی کھود لاتے ہو، ہمارے پاس تجھے دینے کے لئے کچھ نہیں ہے لیکن ہم تجھے ایک لشکر کے ساتھ بھیج دیتے ہیں جس سے تجھے کچھ مال غنیمت مل جائے گا''۔ (صحیح مسلم/۱۴۲۴)

سلف صالحین نہایت آسان اور کم مہر رکھا کرتے تھے۔ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں کھجور کی گٹھلی برابر سونا مہر میں دیا۔ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے دو درہم پر اپنی بیٹی کی شادی کی۔ لیکن آج مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ تجارتی سوچ یہاں بھی غالب ہے۔ بعض لوگوں کی بیٹیوں کو جب پیغام نکاح ملتا ہے تو اپنی چھری تیز کرنے لگتے ہیں۔ گوشت پوست ہی کاٹنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ہڈی تک چبا ڈالنا چاہتے ہیں۔ اپنی بیٹی کو اپنے داماد کے سپرد اس حالت میں کرتے ہیں

کہ وہ قرضوں کے بوجھ سے دبا ہوا غم والم میں مبتلا ہوتا ہے۔ داماد کو تو جانے دیجئے کیا ایسی حالت میں خود ان کی بیٹی کو خوشی میسر آسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

بعض اسلامی ممالک کے چند افراد میں یہ افسوسناک حرکت بھی پائی جاتی ہے کہ کچھ باپ اپنی بیٹیوں کا اور کچھ بھائی اپنی بہنوں کا مہر ہڑپ کر جاتے ہیں۔ گذشتہ دلائل کی روشنی میں یہ بات کھل کر عیاں ہو چکی ہے کہ ان کی اس حرکت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور یہ ان کی طرف سے صریح ظلم وزیادتی ہے جس کی اجازت اسلام قطعاً نہیں دیتا۔ اسلامی شریعت کے اندر تو وہ نکاح بھی ممنوع ہے جس میں آدمی اپنی بیٹی یا بہن کی شادی اس شرط پر کرے کہ دوسرا بھی اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح اس سے کر دے اور دونوں نکاحوں میں مہر نہ ہو، تبادلہ ہی مہر قرار پائے۔

اسے شرعی اصطلاح میں شغار کہا جاتا ہے اور یہ حرام نکاح کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔ (مسلم/۱۰۳۵)

② نان ونفقہ

بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلاَ

يُخْرِ جَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰ إِنَّ لَكَ أَنْ لَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرَىٰ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيْهَا وَلَا تَضْحَىٰ﴾

طٰہٰ/۱۱۷-۱۱۹

(ہم نے آدم سے کہا کہ یہ [شیطان] تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے۔ وہ کہیں تمھیں جنت سے نہ نکلوا دے پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں تو تمھیں نہ بھوک ستاتی ہے نہ ننگے رہتے ہو، نہ پیاس لگتی ہے اور نہ دھوپ)۔

یعنی یہاں تمھیں سب نعمتیں کھانا پینا، لباس اور رہائش بغیر مشقت کے ملتی ہیں، اپنے دشمن شیطان کی چال میں پھنس گئے تو سب کچھ چھن جائے گا۔

مذکورہ آیت میں قابل غور یہ ہے کہ جنت سے نکلنے کی بات آدم وحوا دونوں کے لئے کہی گئی ہے لیکن مصیبت میں پڑنے کی بات صرف آدم علیہ السلام کو کہی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا پینا، لباس اور مکان مہیا کرنے کی ساری مشقت مرد کی ذمہ داری ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلـرِّجَـالُ قَـوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾النساء/۳۴

(مرد عورتوں پر حاکم ہیں [ان کی معاش کے ذمہ دار اور منتظم ہیں] اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں)۔

نان ونفقہ کے وجوب پر کتاب وسنت میں بہت سے دلائل ہیں اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے۔ آیئے پہلے قرآن کریم کے دلائل آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لِيُـنْـفِـقْ ذُوسَعَةٍ مِّـنْ سَعَتِـهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْـهِ رِزْقُـهُ فَـلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلاَّ مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْراً ﴾طلاق/۷

(خوش حال کو چاہیئے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق نفقہ دے اور تنگ دست اپنی گنجائش کے مطابق خرچ دے گا۔ اللہ اسی کے مطابق تکلیف دیتا ہے جو اس نے دیا ہے۔ اللہ جلد ہی تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا)۔

۲۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لاَ تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلاَّ وُسْعَهَا﴾ بقرة/۲۳۳

(اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ مطلقہ عورتوں کا کھانا کپڑا ہے، وہ یہ خرچ معروف طریق سے دیں مگر کسی پر اس کی وسعت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے)۔

۳۔ نیز ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولاَتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ طلاق/٦

(اور اگر (مطلقہ عورت) حمل والی ہو تو وضع حمل تک اس پر خرچ کرتے رہو)۔

آیت بتلاتی ہے کہ حمل والی مطلقہ عورت کا نفقہ ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی بدرجۂ اولیٰ نفقہ کی حقدار ہے کیونکہ وہ انسان کے عقد میں ہوتی ہے۔

آیئے اب احادیث پاک کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) حجۃ الوداع کے خطبہ میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

''عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اس لئے کہ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان سے لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے ان کے ستر (شرمگاہوں) کو حلال کیا ہے، دستور کے مطابق کھانا اور کپڑا دینا تمھارے اوپر ان کا حق ہے''۔ (مسلم ۸/۱۸۳)

(۲) معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ہمارے اوپر بیوی کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

''جب تو کھانا کھائے تو اس کو کھلا اور جب کپڑا پہنے تو اس کو پہنا، اس کے چہرے پر مت مار اور برا مت کہہ، سوائے گھر کے اس کو الگ مت کر''۔ (یعنی اگر تنبیہ کے لئے بستر الگ کرنا ہو تو ایسا صرف گھر ہی میں کرے)۔ (ابوداود/۲۱۴۲)

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

''آدمی کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جس کی خوراک کا ذمہ دار ہے اس سے ہاتھ روک لے''۔ (مسلم ۲/۶۹۲)

مطلب یہ ہے کہ اپنے اہل وعیال کی کفالت سے غفلت یا اعراض اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس کے نامۂ اعمال میں اس کوتاہی کے علاوہ اور کوئی

گناہ نہ بھی ہو تب بھی عند اللہ مواخذے اور گرفت کے لئے یہی کافی ہے۔

(۴) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہند رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابو سفیان بخیل آدمی ہیں وہ مجھے اتنا خرچہ نہیں دیتے کہ مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہو جائے مگر یہ کہ میں خود ان کے علم کے بغیر ان کے مال میں سے کچھ لے لوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم دستور کے مطابق اتنا مال لے لیا کرو جو تمھیں اور تمھارے بچوں کو کافی ہو جائے''۔ (بخاری/۵۰۴۹، مسلم/۱۷۱۴)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے۔ وہ اگر اسے نہ دیتا ہو تو بیوی اس کے علم کے بغیر از خود لے سکتی ہے۔ البتہ اس کا مقصد گھر کے ضروری اخراجات پورے کرنے ہوں، فضولیات پر خرچ کرنا یا خاوند کے مال کو اجاڑنا اور تباہ و برباد کرنا مقصود نہ ہو۔

واضح رہے کہ بیوی کا خرچ شوہر پر اس لئے نہیں ہے کہ وہ فقیر اور محتاج ہوتی ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس نے عقد نکاح کی بنا پر شوہر کی خدمت کے لئے اپنا سارا وقت لگا رکھا ہے۔ اس لئے اگر بیوی امیر بھی ہو تب بھی شوہر کے اوپر اس کا خرچ لازم ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے

قاضی اور فوجی بیت المال سے خرچ پانے کے حقدار ہوتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کی خدمت کے لئے انھوں نے اپنا سارا وقت لگا رکھا ہے۔ بالکل یہی معاملہ یہاں پر بھی ہے۔

البتہ اگر بیوی مالدار ہے اور شوہر غریب ہے یا اس کی آمدنی کم ہے تو بیوی اگر اپنی رضا ورغبت سے گھریلو اخراجات میں ہاتھ بٹانا چاہے تو بٹا سکتی ہے لیکن اس کے لئے اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح اگر شوہر حاجت مند ہے تو بیوی اسے صدقہ بھی دے سکتی ہے۔ زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا: اے اللہ کے نبی! آج آپ نے صدقہ کا حکم فرمایا، میرے پاس کچھ زیورات تھے میں نے انھیں صدقہ میں دینا چاہا۔ میرے شوہر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ وہ اور ان کے بچے میرے صدقہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ابن مسعود سچ کہتے ہیں۔ تمھارا شوہر اور تمھارے بچے تمھارے صدقے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں''۔

(بخاری ۳/ ۳۲۸)

بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑی فضیلت رکھی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں چند احادیث پیش خدمت ہیں:

① نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''جب مسلمان اجر وثواب کی نیت سے اپنے اہل وعیال پر کچھ خرچ کرتا ہے تو اس کے لئے صدقہ کا ثواب ہوتا ہے''۔ (بخاری ۱/۱۳۶)

② رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے اہل وعیال پر جو کچھ خرچ کرو گے اس کا تمھیں اجر ملے گا حتیٰ کہ تمھیں اس لقمہ کا بھی اجر ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو''۔ (بخاری ۳/۱۳۶)

③ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک وہ دینار ہے جسے تو اللہ کے راستہ (جہاد) میں خرچ کرے، ایک وہ دینار ہے جو کسی گردن کے آزاد کرنے میں خرچ کرے، ایک وہ دینار ہے جو تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور ایک وہ دینار ہے جو تو اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔ ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار میں ہے جو تو اپنے بال بچوں پر خرچ کرے''۔ (مسلم/۹۹۵)

④ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک آدمی کا گذر ہوا۔ اس کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی (حصول معاش کی خاطر کی جانے والی) محنت ومشقت اور سرگرمی بہت اچھی لگی۔ اس نے کہا: کاش

اے اللہ کے رسول ! یہ محنت اللہ کی راہ میں ہوتی ! آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی خاطر کمانے کے لئے نکلتا ہے وہ اللہ کی راہ میں ہے، جو اپنے بوڑھے والدین کی خاطر کمانے کے لئے نکلتا ہے وہ اللہ کی راہ میں ہے، اور وہ بھی اللہ کی راہ میں ہے جو خود اپنے آپ کو بھیک مانگنے کی ذلت سے بچانے کی خاطر کمانے کے لئے نکلتا ہے۔ البتہ اگر کوئی ریا ونمود اور فخر ومباہات کی خاطر کمانے کے لئے نکلتا ہے تو وہ شیطان کی راہ میں ہوتا ہے۔ (صحیح الجامع ۸/۲)

③ رہائش

عورت کے لئے رہائش مہیا کرنا مرد کے اوپر واجب ہے۔قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُجْدِكُمْ﴾ طلاق/٦

([مطلقہ عورتوں کو زمانۂ عدت میں] وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو جیسی بھی جگہ تمھیں میسر ہو)۔

یہاں قابل غور یہ ہے کہ وہ عورت جسے طلاق رجعی دی گئی ہے جب اس کے لئے رہائش مہیا کرنا لازم قرار دیا گیا ہے تو وہ عورت جو آدمی کے

نکاح میں ہے بدرجۂ اولیٰ رہائش کی حقدار ہوگی۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ النساء/۱۹

(اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو)۔

بھلے طریقے سے زندگی بسر کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ آدمی ایک گھر اور ٹھکانہ مہیا کرے جس میں عورت اپنے مال ومتاع کو بحفاظت رکھ سکے، اس میں رہ کر لوگوں کی نظروں سے چھپ سکے اور حسب موقع وحسب ضرورت اپنے شوہر سے لطف اندوز ہو سکے۔

④ تعلیم وتربیت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْآ أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَاراً وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ تحریم/٦

(اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں)۔

یہ بات کسی صاحب عقل سے مخفی نہیں کہ جہنم کی آگ سے بچانے

کے لئے اصول دین کی تعلیم ضروری ہے۔ اللہ کی توحید، ارکان ایمان، ارکان اسلام، حلال وحرام، عبادات ومعاملات اور مکارم اخلاق سکھا کر اہل وعیال کی تربیت کریں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب رات کو وتر پڑھتے تو کہتے: ''عائشہ اٹھو اور وتر پڑھ لو''۔

(صحیح مسلم/۷۴۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اسمٰعیل علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا﴾ مریم/۵۵

(وہ اپنے گھر والوں کو صلاۃ وزکاۃ کا حکم دیتے تھے اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھے)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد ﷺ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو صلاۃ کا حکم دیں، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ طہ/۱۳۲

(اپنے گھر والوں کو صلاۃ کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر ڈٹ

جائیے)۔

بیوی کے لئے عورتوں کے مخصوص مسائل کی تعلیم زیادہ ضروری ہے مثلاً حیض، استحاضہ اور نفاس کے مسائل۔ اگر شوہر کو یہ مسائل معلوم نہ ہوں تو کسی عالم سے پوچھ کر اپنی بیوی کو بتلائے اور اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرے۔

⑤ عزت و ناموس کی حفاظت

بیوی مرد کا گنجینۂ گراں مایہ اور قیمتی خزانہ ہے۔ اس کی عزت و ناموس کی حفاظت اس کا اہم فریضہ ہے۔ مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لئے نہایت غیرت مند ہو۔ اسے لوگوں کی نگاہوں اور زبانوں سے محفوظ رکھے۔

واضح رہے کہ غیرت عورت سے بدگمانی کا نام نہیں ہے اور نہ ہی عورت کے خلاف مواقع تلاش کرنے کا نام ہے بلکہ یہ صفت تو قابل مذمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

"کچھ غیرت ایسی ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی کسی شک وشبہ کی بات کے بغیر اپنی بیوی پر غیرت

کرے''۔(مسند احمد ۵/۴۴۵)

اسلام نے نہایت حسین انداز میں غیرت کے حدود متعین کر دیئے ہیں۔ہم چند نقاط میں اسے پیش کرتے ہیں:

ا۔مرد اپنی اجازت کے بغیر اپنے گھر میں کسی مرد یا عورت کو داخل ہونے کی اجازت نہ دے خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں یا اجنبی ہوں کیونکہ گھر اور خاندان کی مصلحت کا علم مرد کو ہے اور وہ عورت پر حاکم اور منتظم ہے۔ممکن ہے کسی قرابت دار کے تعلق سے مرد کی رائے یہ ہو کہ یہ لوگ خاندان کو بگاڑ سکتے ہیں۔

جہاں تک اجنبی مرد کی بات ہے تو شوہر کی اجازت کے باوجود عورت کے لئے جائز نہیں کہ اسے اپنے گھر میں داخل ہونے دے کیونکہ اس سے خود اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اور جس عمل سے اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو وہاں کسی مخلوق کی اطاعت درست نہیں۔مرد پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے گھر میں کسی ایسے شخص کو ہرگز نہ داخل ہونے دے جو اللہ سے نہیں ڈرتا۔کچھ بعید نہیں کہ وہ اپنی زبان کی کسی حرکت یا چشم وابرو کی کسی خیانت سے گھر میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا دے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''جو کسی خادم کو مالک کے خلاف بگاڑ دے وہ ہم میں سے نہیں اور جو کسی عورت کو شوہر کے خلاف بگاڑ دے وہ ہم میں سے نہیں''۔ (مسند احمد ۲/ ۳۹۷۔ صحیحہ/ ۳۲۴)

بیوی کو شوہر کے خلاف بگاڑنا اور دونوں میں اختلاف، علاحدگی اور جدائی پیدا کرنے کی کوشش کرنا اسلامی شریعت کی نظر میں ایک سنگین جرم اور عظیم گناہ ہے۔ شیطان کو اس سے سب سے زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

''ابلیس پانی پر اپنا عرش بچھاتا ہے پھر اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے اور ابلیس سے سب سے زیادہ قریبی درجہ اس شیطان کا ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ باز ہو۔ ان میں سے ایک شیطان آتا ہے اور کہتا ہے: میں نے ایسا اور ایسا کر دیا۔ ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے: میں نے اسے نہیں چھوڑا حتی کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی پیدا کر دی۔ ابلیس اسے اپنے سے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے تو نے کیا خوب کیا اور اسے چمٹا لیتا ہے''۔ (مسلم/ ۲۸۱۳)

نیز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اپنے آپ کو عورتوں پر داخل ہونے سے بچاؤ۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مرد کے قریبی رشتہ داروں (دیور وغیرہ) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: قریبی رشتہ دار تو موت ہے''۔ (یعنی باعث ہلاکت ہے)۔

(بخاری ۴/۴۹۳۴، مسلم ۲/۲۱۷)

۲۔ عورت اپنے گھر سے نکل کر مردوں کی انجمنوں اور سوسائیٹیوں میں جا کر حصہ نہ لے۔ ان پروگراموں میں شریک نہ ہو جن میں مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہے۔ بازاروں اور تجارتی منڈیوں اور خرید وفروخت کی دکانوں میں کام نہ کرے۔ علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تمھاری عورتیں بازاروں میں زنگیوں کے ساتھ مڈبھیڑ کرتی ہیں۔ تمھیں شرم نہیں آتی؟ تمھیں غیرت نہیں آتی؟ تم اپنی عورتوں کو مردوں کے درمیان گھومنے اور تفریح کرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہو''۔ (المغنی ۷/۲۷)

۳۔ عورت سے زیادہ دنوں تک دور رہ کر اسے مشقت میں نہ

ڈالے۔ گندی کہانیوں، عریاں ناولوں اور فحش میگزینوں کے مطالعہ سے بچائے۔ سینما گھروں اور فلم ہالوں سے دور رکھے۔ بیہودہ، فحش اور فسق وفجور والے گانے نہ سننے دے۔ تمام اخلاق سوز ذرائع ابلاغ سے اس کی حفاظت کرے۔

⑥ حسن معاشرت

حسن معاشرت کو آسان لفظوں میں بھلے انداز میں زندگی بسر کرنے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئاً وَّيَجْعَلُ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْراً كَثِيْراً﴾ النساء/۱۹

(اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کا رویہ اپناؤ (بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو) اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز تمھیں ناگوار ہو مگر اللہ نے اس میں بہت بھلائی رکھ دی ہو)۔

آیت میں حسن معاشرت اور بھلے طریقے سے زندگی بسر کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ انتہائی جامع بات ہے اور اس کے مفہوم میں بہت سی باتیں شامل ہیں مثلاً شوہر اپنی بیوی کا مہر اور نان ونفقہ پوری طرح ادا کرے۔

اس کے لئے پرسکون رہائش مہیا کرے۔ بلا سبب اس کے سامنے منہ نہ بگاڑے۔ ترش روئی نہ اختیار کرے۔ کسی دوسری عورت کی طرف اپنا میلان، جھکاؤ اور چاہت ظاہر نہ کرے۔ میٹھی باتیں کرے۔ چاہت نہ ہو تب بھی چاہت، محبت اور پیار کا اظہار کرے۔ واضح رہے کہ یہ جھوٹ نہیں ہے، ام کلثوم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے نبی ﷺ سے بات چیت میں (جھوٹ کی) اجازت نہیں سنی ہے البتہ تین موقعوں پر: جنگ کے وقت، لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے، میاں بیوی کا آپس میں بات چیت کرتے وقت''۔ (مسلم/۲۶۰۵)

معاشرتی زندگی میں کچھ موڑ ایسے آتے ہیں جب ازدواجی تعلق کو برقرار رکھنے یا انھیں خوشگوار رکھنے کے لئے خاوند کو بیوی سے یا بیوی کو خاوند سے کچھ باتیں چھپانی پڑ جاتی ہیں، ایسے خاص موقعوں اور ضرورتوں پر اخفائے حال کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ یہ اسلام کے دین فطرت ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ اس نے اس واقعی ضرورت کا احساس کیا اور اس کے لئے رخصت عنایت فرمادی۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ حسن معاشرت ایک جامع کلام ہے، اس کا مفہوم بہت وسیع ہے لہٰذا ہم ''حسن معاشرت کے تقاضے'' کے عنوان سے ان چیزوں کو تفصیل کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

حسن معاشرت کے تقاضے:

۱۔عمدہ اخلاق سے پیش آنا:

حسن معاشرت کا ایک تقاضا بیوی کے ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آنا ہے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

> ''ایمان کے لحاظ سے کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے اور تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لئے سب سے بہتر ہو''۔(ترمذی ۱/۲۱۷، صحیحہ/۲۸۴)

۲۔خوبیوں اور خامیوں کا موازنہ کرنا:

ہر انسان میں کچھ خوبیاں اور کچھ خامیاں ہوتی ہیں۔عورت بھی ایک انسان ہے لہٰذا وہ بھی اس اصول سے باہر نہیں۔ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ آدمی صرف اس کی خامیوں پر نظر رکھے بلکہ اس کی خوبیوں اور خامیوں دونوں پر نظر رکھے اور خوبیوں کے پہلو کو ترجیح دے جیسا کہ فرمان رسول

ﷺ ہے:

''کوئی مومن مرد اپنی مومنہ بیوی سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی کوئی عادت ناپسند ہوگی تو ضرور کوئی دوسری پسند ہوگی''۔(مسلم/۱۴۶۹)

اگر کچھ آدمیوں کے سامنے آدھا گلاس پانی رکھ دیا جائے تو اس کے بارے میں تصور قائم کرنے اور تبصرہ کرنے والے تین فریق ہو جائیں گے۔ ایک کا کہنا ہوگا کہ آدھا گلاس خالی ہے۔ دوسرے کا کہنا ہوگا کہ آدھا گلاس بھرا ہوا ہے اور تیسرا کہے گا کہ آدھا گلاس بھرا ہے اور آدھا خالی ہے۔ پہلا شخص عیوب اور خامیوں کو دیکھنے اور انھیں اہمیت دینے کا مزاج رکھتا ہے جبکہ دوسرا شخص عیوب سے قطع نظر صرف خوبیاں دیکھتا ہے اور تیسرا شخص وہ ہے جو خوبیوں اور خامیوں کو بیک وقت دیکھتا ہے اور یہی ان سب میں سب سے بہتر شخص ہے۔ اور یہی صفت ہر شخص کو اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

۳۔خامیوں پر صبر کرنا:

حسن معاشرت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آدمی اپنی بیوی کی خامیوں اور کوتاہیوں پر صبر کرے۔غلطیوں کے پیچھے نہ پڑا رہے۔ ہر بھول چوک پر

ڈانٹ ڈپٹ نہ کرتا رہے بلکہ اللہ کے حقوق کے سوا دیگر کوتاہیوں کو نظر انداز کیا کرے۔

خادم رسول انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی آپ نے کبھی مجھے اف نہیں کہا۔ آپ نے کسی کام پر یہ نہیں کہا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کام کیوں نہیں کیا؟''۔

(بخاری ۱۰/۳۸۳، مسلم/۲۳۰۹)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو اور نہ ہی کسی خادم کو، البتہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے''۔ (مسلم/۲۳۲۷)

جب عورت غیظ و غضب اور غصہ و طیش میں ہو تو مرد کو برداشت کرنا چاہئے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کبھی کبھار آپ سے بات لڑا دیتی تھیں اور دن بھر رات ہونے تک آپ سے بات بند رکھتی تھیں''۔ (بخاری/۲۴۶۸)

۴۔ چہرے کو شگفتہ رکھنا:

حسن معاشرت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ چہرہ ہمیشہ ہنستا مسکراتا، شگفتہ اور پھول کی طرح کھلا ہوا رہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''کسی نیکی کو حقیر مت سمجھو اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ روئی اور شگفتہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو، وہ بھی ایک نیکی ہے''۔

(ابوداود/۴۰۸۴)

اس نیکی کا بھلا بیوی سے زیادہ اور کون حقدار ہوسکتا ہے۔!!

۵۔ میٹھی باتیں کرنا:

حسن معاشرت کا ایک تقاضا میٹھی باتیں کرنا بھی ہے۔ بیشتر اوقات بیوی کو ایک میٹھی بات اس قدر پسند ہوتی ہے جس قدر قیمتی زیورات اور شاندار ملبوسات بھی پسند نہیں ہوتے۔ آپ کی شیریں کلامی سے پیدا ہونے والے جذبات روح کی غذا ہیں۔ جس طرح خوراک کے بغیر جسم کی زندگی نہیں ویسے ہی شیریں کلامی کے بغیر روح کی زندگی بے کیف ہے۔

ازدواجی زندگی میں بے تکلفی کے نام پر بہت سارے لوگ سنگین

غلطی کے شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری بیوی دو تین یا چار بچوں کی ماں ہو چکی ہے، اب ہم لوگ دولہا دلہن تھوڑی باقی رہ گئے ہیں کہ آپس میں ہنسی مذاق کریں۔ یہ بہت بڑی بھول ہے۔ ہنسی مذاق اور چلبلے پن کے بغیر زندگی بے کیف اور بے لذت ہو جاتی ہے۔

جب آپ کی بیوی آپ کے لئے اپنے ہاتھوں کا پکایا ہوا کھانا پیش کرے، آپ چمکتی آنکھوں، پسندیدہ نگاہوں اور مسکراتے لبوں کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کریں۔ اس کی پکوان کی مہارت نیز دیگر خوبیوں اور حسن وجمال کی تعریف کریں۔ عورتوں پر تعریفی کلمات بہت اثر انداز ہوتے ہیں۔ انھیں اپنی تعریف بہت اچھی لگتی ہے۔ مال ودولت، زیورات وملبوسات اور لذیذ کھانوں کی عورت کی تمنا اور آرزو اگر آپ پوری نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی میٹھی باتوں اور میٹھے بول سے اس کا دل تو خوش رکھ سکتے ہیں۔ اس کے لئے صرف زبان ہی کو تو حرکت دینے کی ضرورت ہے۔ اس سے زندگی کی لذت دوچند ہو جاتی ہے۔

بعض عورتیں کہتی ہیں کہ شوہر کو مجھ سے کیا چاہئے، میں اسے کھانا پکا کر دیتی، اس کے کپڑے صاف کرتی، اس کے گھر کی صفائی ستھرائی کرتی،

اس کے بچوں کو نہلاتی دھلاتی اور کھلاتی پہناتی ہوں، اس کی ہر ضرورت پوری کرتی ہوں، آخر اس کو مجھ سے اور کیا چاہئے؟؟

ہرگز نہیں، یہ انداز فکر غلط ہے۔ سوچنے کا یہ ڈھنگ صحیح نہیں۔ شوہر کو ان تمام کاموں سے زیادہ آپ کے ہونٹوں کی مسکراہٹ چاہئے۔ آپ کی زبان سے پیار ومحبت کے کلمات چاہئے۔ جیسے آپ شوہر کی زبان سے اپنی تعریف سننا پسند کرتی ہیں ویسے شوہر بھی آپ کی زبان سے اپنی تعریف سننا پسند کرتا ہے۔ آپ کبھی کبھی اس کی خوبیاں ذکر کیا کیجئے۔ آپ اس سے کہئے: میں آپ کو پا کر کتنی خوش نصیب ہوں۔!! یہ بھی یاد رکھئے کہ میٹھی باتیں کرنے کے کچھ آداب ہیں جن کی رعایت ضروری ہے۔

شیریں کلامی کے آداب:

شیریں کلامی کے لئے بولنے اور سننے دونوں کے آداب کی رعایت ضروری ہے۔ آیئے بولنے کے آداب پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

ا۔ گفتگو کرتے ہوئے مخاطب کی حالت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ محبت اور خوشیوں کی باتیں کریں حالانکہ وہ کسی تکلیف یا غم میں مبتلا ہو، یا اس وقت باتیں کریں جب وہ کسی سے ٹیلیفون پر محو گفتگو ہو یا

کچھ لکھنے میں مشغول ہو، یا کسی اہم معاملہ کا انتظار ہو اور وہ اسی فکر میں لگا ہو، یا اسے نیند آ رہی ہو یا اونگھ رہا ہو، یا پیشاب و پاخانہ کا حاجت مند ہو، یا کسی کو وقت دیا ہو اور نہایت تیزی کے ساتھ وہاں پہنچنا چاہتا ہو۔ ان حالات میں کوئی قصہ چھیڑنا عقل و دانش کے خلاف ہے۔

۲۔ صرف خود ہی ہمیشہ نہ بولتے رہیں بلکہ دوسرے کو بھی بولنے کا موقع دیں۔

۳۔ ایک ہی بات کو بار بار نہ دہرایا کریں، اس سے اکتاہٹ ہو جاتی ہے۔

۴۔ حسب موقعہ طویل یا مختصر گفتگو کریں۔

۵۔ تواضع پیش نظر رہے۔ اپنی خوبیاں گنا کر فخر نہ کریں۔ سننے والا کوئی ہو اسے یہ بات ناگوار ہوتی ہے۔

۶۔ بات کرتے ہوئے مخاطب کی عزت و تکریم کبھی فراموش نہ ہو۔

۷۔ گفتگو کا ایسا موضوع اختیار کریں جس سے مخاطب کو دلچسپی ہو۔ میاں بیوی کو ایک دوسرے کی دلچسپیوں کا ظاہر ہے کہ علم ضرور ہو گا۔

جس وقت شوہر کو مالی دشواریوں کا سامنا ہو اس وقت بیوی کو اس

کے سامنے گھریلو ضروریات کی باتیں نہیں کرنی چاہئے۔اسی طرح شوہر کو کسی دوسری عورت کی ایسی تعریف نہیں کرنی چاہئے جو خود اس کی اپنی بیوی میں نہ ہو، اس سے احساس کمتری پیدا ہوتا ہے۔

۸۔ ہمیشہ ہی وعظ ونصیحت نہیں کرتے رہنا چاہئے بلکہ اس کا ایک خاص وقت ہوتا ہے۔

۹۔کون سی بات تنہائی میں کہنے کی ہے اور کون سی بات لوگوں کے سامنے، اس کی رعایت ضروری ہے۔

۱۰۔حسب ضرورت آواز بلند یا پست رکھیں، آواز اتنی بلند نہ ہو کہ سر پھٹ جائے اور اتنی پست نہ ہو کہ سنائی نہ دے، بلکہ اعتدال مطلوب ہے۔

جس طرح بات کرنے کے کچھ آداب ہیں اسی طرح بات سننے کے بھی کچھ آداب ہیں۔آیئے اس کا بھی کچھ تذکرہ ہو جائے۔

۱۔نہایت توجہ اور غور سے بات سننی چاہئے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ سننے والے کے دل میں بولنے والے کا احترام اور اس کی محبت ہے اور اس کی باتیں اس کے لئے قابل قدر ہیں۔

۲۔ بات کے دوران توجہ سے سننا چھوڑ کر کسی اور کام میں مشغول نہ ہوں۔ ایسا نہ کریں کہ کوئی کتاب اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیں، یا سلائی کرنے میں لگ جائیں یا جھاڑو اٹھا کر صفائی میں لگ جائیں یا بچہ کھلانے لگیں یا کسی اور کام میں لگ جائیں۔

۳۔ درمیان میں بات نہ کاٹیں بلکہ بات پوری ہونے کا انتظار کریں۔ درمیان میں بات کاٹنے کی بنا پر ہی بہت سی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔

۴۔ سنی ہوئی بات پر اپنے اچھے خیالات و جذبات کا اظہار کریں۔

۵۔ اگر بولنے والا کسی خاص موضوع پر دلچسپی سے بول رہا ہے تو سننے والا موضوع تبدیل نہ کرے۔

۶۔ اس وقت بھی بات غور اور توجہ سے سنیں جب کہ اسے پہلے سن چکے ہوں۔

۷۔ بات معمولی ہو یا گہری ہو، ہر حالت میں تنگ دلی کا اظہار کیے بغیر سننا چاہیے۔

۸۔ بولنے والا اگر سننے والے کی رائے کے خلاف کوئی بات کہہ دے تو اسے فوراً رد نہیں کرنا چاہیے بلکہ مناسب تمہید کے ساتھ اس کی

غلطی واضح کرنی چاہئے۔

۹۔دوران گفتگو موقعہ ومحل کی مناسبت سے چہرے پر مختلف تاثرات پیدا کرنے اوراس کا اظہار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے مثلاً ہنسنے کی بات ہو تو ہنسے،غم والم کی بات ہوتو افسوس کرے اور تعجب کرنے کی بات ہوتو تعجب کرے۔وغیرہ

٦۔رائے اور مشورے کا احترام کرنا:

حسن معاشرت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ شوہر بیوی کی رائے کا احترام کرے۔اس کی بات کوغور سے سنے۔اگر کوئی صحیح مشورہ دےتو قبول کرے۔چنانچہ صلح حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مشورہ قبول فرمایا،اوروہ مسلمانوں کے حق میں بڑا مفید ثابت ہوا۔

پورا قصہ اس طرح ہے کہ جب صلح حدیبیہ مکمل ہوگئی تو نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی قربانیاں کرنے اور سر منڈا کر یا بال کٹا کر احرام کھول دینے کا حکم دیا تو صحابہ میں سے کوئی نہ اٹھا۔اس پر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ خود نکلیں اور کسی سے بات کئے بغیر اپنی قربانی کرڈالیں اور اپنا سر منڈالیں چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا اور پھر سارے صحابہ اٹھ

کھڑے ہوئے اور انھوں نے آپ کی پیروی کی۔(بخاری ۳۳۲/۵)

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی زوجۂ مطہرہ سے مشورہ کیا اور ان کا مشورہ قبول بھی کیا۔

اسی طرح قرآن مجید (قصص/۲۶-۲۷) میں موسیٰ علیہ السلام کی بابت مذکور ہے کہ جب وہ مدین پہنچے تو وہاں کے نیک شخص نے اپنی بیٹی کے مشورے پر ان کو اپنے یہاں اجرت پر رکھا۔

واضح رہے کہ عورت کا مشورہ صرف اس بنیاد پر قبول نہ کرنا کہ وہ ایک عورت ہے بالکل لغو بات ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔اس مفہوم کی جس قدر احادیث ہیں سب بے اصل یا موضوع ومن گھڑت یا ضعیف ہیں۔آیئے اس قسم کی روایات اور ان کی حقیقت آپ کے سامنے رکھ دی جائے۔

ایک روایت ہے کہ عورتوں سے مشورہ کرو اور ان کی مخالفت کرو۔ دوسری روایت ہے: عورت کی اطاعت ندامت ہے۔تیسری روایت ہے: جب مرد عورتوں کی بات مانیں گے ہلاک وبرباد ہو جائیں گے۔ان تینوں روایات کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے بالترتیب بے اصل، موضوع اور ضعیف

قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو السلسلۃ الضعیفۃ ۴۳۰/ ۴۳۵، ۴۳۶۔ فتح الباری ۳۴۷/۵)

۷۔ گھر میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرنا:

حسن معاشرت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آدمی جب گھر میں داخل ہو اپنے اہل وعیال سے سلام کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جب تم اپنے اہل وعیال پر داخل ہو تو سلام کرو، تمھارا سلام خود تمھارے لئے اور تمھارے گھر والوں کے لئے برکت کا سبب ہے۔ (ترمذی/۲۶۹۸)

نیز ارشاد باری ہے:

﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتاً فَسَلِّمُوْا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً﴾ نور/۶۱

(جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں [گھر والوں] کو سلام کہا کرو۔ یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے)۔

۸۔ راضی وخوش رکھنا:

حسن معاشرت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ بیوی کو راضی اور خوش

رکھنے کی کوشش کرے۔اس کی خوب تکریم وعزت کرے جس سے وہ راضی رہے۔ اس کے سامنے اس کے والدین اور گھر والوں کی تعریف کیا کرے۔ان کے یہاں آمد ورفت رکھے۔مختلف مواقع پر اپنے یہاں ان کی دعوت کیا کرے اوران کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''جس عورت نے مہر یا عطیہ یا وعدہ پر نکاح کیا تو یہ اگر عقد نکاح سے پہلے کی بات ہے تو وہی اس کی مستحق ہے اور عقد نکاح کے بعد جو کچھ دیا جائے وہ اسی کا ہوگا جسے دیا گیا۔ آدمی جس چیز پر سب سے زیادہ عزت وتکریم کا مستحق ہے وہ اس کی بیٹی یا بہن ہے۔ (ابوداود/۲۱۲۹،نسائی ۶/۱۲۰)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عقد نکاح سے پہلے جو کچھ بھی عطیہ دیا جائے یا وعدہ کیا جائے خواہ کسی کے لئے بھی کیا جائے اس کی مستحق عورت ہی ہے البتہ نکاح کے بعد اگر عورت کے ولی باپ یا بھائی کے لئے کچھ وعدہ کیا جاتا ہے یا انھیں کوئی عطیہ دیا جاتا ہے تو وہ اس کے مستحق ہوں گے۔ عورت کے بجائے وہ انھیں کو ملے گا جن سے وعدہ کیا گیا۔

۹۔غلطیوں کی تلاش میں نہ رہنا:

حسن معاشرت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آدمی عورت کی غلطیوں کی تلاش میں نہ رہے۔اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

''جب تم میں سے کوئی زیادہ دنوں تک غائب رہے تو اپنے بیوی بچوں کے پاس رات میں نہ پہنچے''۔ (بخاری۹/۲۹۶)

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رات میں داخل ہونے کی ممانعت اسی شخص کے لئے ہے جو زیادہ دنوں تک غائب رہا ہو البتہ جو شخص دن میں کسی کام سے نکلا وہ رات میں آسکتا ہے۔کیونکہ جو لوگ زیادہ دنوں تک غائب رہتے ہیں ان کی بیویاں عموماً صفائی ستھرائی اور بناؤ سنگار چھوڑ دیتی ہیں، اگر وہ اچانک رات میں پہنچیں گے تو ممکن ہے کہ اس گندی حالت میں دیکھ کر بیوی سے نفرت ہو جائے اسی لئے شریعت نے اس بات سے منع کیا ہے تاکہ آدمی اپنی بیوی کو ناپسندیدہ حالت میں نہ پائے۔

۱۰۔دوا علاج کرنا:

حسن معاشرت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ عورت جب بیمار ہو اس کو دوا علاج مہیا کیا جائے،خواہ مرض کی مدت کتنی ہی طویل ہو جائے اور اس

کے دوران مرد اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا پا رہا ہو۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہونا چاہیئے کہ مرد بنفس نفیس اس کی دیکھ ریکھ اور نگرانی کرے اور اس کی بیماری میں ہمیشہ اس کے ساتھ ساتھ رہے۔

ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ صرف اس وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوئے کہ ان کی زوجۂ مطہرہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''تم ان کے ساتھ ٹھہرو۔ (ان کی تیمارداری کرو)۔ تمھیں بدر میں حاضر ہونے والوں کا ثواب ملے گا اور مال غنیمت میں سے حصہ بھی ملے گا''۔ (بخاری ۷/۴۸)

۱۱۔ عدل وانصاف کرنا:

حسن معاشرت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اگر بیویاں ایک سے زائد ہوں تو ان کے درمیان باری کی تقسیم اور نان ونفقہ دینے میں عدل وانصاف سے کام لیا جائے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ ﴾ نحل/۹۰

(بے شک اللہ تعالی تمھیں عدل اور حسن سلوک کا حکم دیتا ہے)۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''جب کسی شخص کے پاس دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے درمیان عدل وانصاف سے کام نہ لیا تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا''۔

(ابوداود، ترمذی، نسائی، ملاحظہ ہوالإ رواء ۸۰/۷)

۱۲۔ گھریلو کاموں میں ہاتھ بٹانا:

حسن معاشرت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اگر فرصت ملے تو گھریلو کاموں میں بیوی کا ساتھ دیا جائے اور اس کا ہاتھ بٹایا جائے۔

''ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے اہل کی خدمت میں ہوا کرتے تھے، جب صلاۃ کا وقت ہوتا تو صلاۃ کے لئے نکلتے''۔ (بخاری ۱۶۲/۲)

دوسری جگہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی یہ روایت منقول ہے:

''نبی ﷺ ایک بشر تھے، اپنے کپڑوں سے جوں نکالتے، اپنی بکری دوہتے اور اپنی خدمت آپ کرتے''۔ (مسند احمد ۲۵۶/۶)

حسن معاشرت میں اسوۂ حسنہ:

آیئے نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر ایک نظر ڈالتے چلیں کہ آپ کی معاشرت کا کیا انداز تھا۔

آپ ﷺ ہمیشہ خندہ رو رہنے والے تھے۔ اپنی بیویوں سے ہنسی مذاق کرتے۔ ان سے لطف ونرمی برتتے۔ انھیں نان ونفقہ کشادگی کے ساتھ دیتے۔ آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ کا مقابلہ بھی کیا، یہ محبت کا ایک انداز تھا۔

کبھی کبھی آپ تمام بیویوں کو اس بیوی کے گھر جمع کرتے جس کی باری ہوتی اور شام کا کھانا سب کے ساتھ کھاتے، پھر سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں۔ عشاء پڑھ کر جب گھر میں داخل ہوتے تو سونے سے پہلے کچھ دیر اپنے اہل سے باتیں کرتے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: فجر کی دو رکعت سنتوں کے بعد اگر آپ مجھے بیدار پاتے تو مجھ سے باتیں کرتے، ورنہ اقامت ہونے تک لیٹ جاتے۔

رات میں کبھی کبھی عبرت والے قصے سناتے جیسا کہ حدیث ام

زرع میں ہے۔جس میں گیارہ عورتوں نے اپنے اپنے شوہروں کی صفات بیان کی ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں پینے کے برتن سے کوئی چیز پیتی حالانکہ میں حالت حیض میں ہوتی تھی پھر بھی نبی ﷺ وہ برتن لے کر وہیں سے منہ لگا کر پیتے جہاں سے میں نے منہ لگا کر پیا ہوتا۔اسی طرح میں گوشت والی ہڈی لے کر نوچتی پھر آپ اسے لیتے اور وہیں منہ رکھتے جہاں میں نے منہ رکھا ہوتا۔

کبھی کبھی آپ ﷺ پیار سے نام مختصر کر کے پکارا کرتے تھے جیسے عائشہ رضی اللہ عنہا کو عائش،عویش اور حمیراء (سرخ، لال) کہنا ثابت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک بار عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تب بھی مجھے پتہ چل جاتا ہے اور جب ناراض ہوتی ہو تب بھی پتہ چل جاتا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: وہ کیسے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو مجھ سے یوں بات کرتی ہو، محمد ﷺ کے رب کی قسم ۔اور جب ناراض ہوتی ہو تو یوں کہتی ہو: ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہاں اے اللہ کے

رسول ! اللہ کی قسم میں صرف آپ کا نام ہی چھوڑتی ہوں (یعنی دل کی محبت میں کوئی کمی نہیں ہوتی)۔(بخاری ۹/۲۸۵)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک یا خیبر سے لوٹ کر آئے۔ میرے گھر کے طاق میں پردہ پڑا تھا (اس کے اندر گڑیاں رکھی تھیں) ہوا چلنے سے پردے کا ایک کونا اڑ گیا اور میرے کھیلنے کی گڑیاں دکھائی دے گئیں۔آپ ﷺ نے پوچھا: عائشہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: میری گڑیاں ہیں۔ان گڑیوں میں ایک گھوڑا تھا جس پر کپڑے کے دو بازو تھے، آپ نے اسے دیکھ کر پوچھا: یہ بیچ میں کیا ہے؟ میں نے کہا: گھوڑا ہے۔آپ نے پوچھا: اس کے اوپر کیا ہے؟ میں نے کہا: پر لگے ہیں۔آپ نے فرمایا: گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟ میں نے کہا: آپ نے نہیں سنا کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس پردار گھوڑے تھے۔ یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں کھل گئیں۔

(ابوداود/۴۹۳۲)

عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت ہے: کہتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلایا۔عید کا دن تھا، حبشی لوگ مسجد میں اپنے ہتھیاروں سے کھیل رہے

تھے۔آپ نے مجھ سے فرمایا: اے حمیراء! ان کا کھیل دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کرلیا، اپنے کندھے جھکا لئے تا کہ میں دیکھ سکوں۔ میں نے اپنی ٹھوڑی آپ کے کندھوں پہ رکھی، اپنا چہرہ آپ کے رخسار سے ٹیک دیا اور آپ کے کندھوں کے اوپر سے دیکھتی رہی۔آپ فرمارہے تھے۔اے بنوارفدہ! تم اپنے کھیل میں مشغول رہو۔ پھر آپ کہنے لگے: اے عائشہ! ابھی آسودہ نہیں ہوئی (ابھی جی نہیں بھرا) میں نے کہا نہیں۔ میں آپ کے دل میں اپنا درجہ دیکھنا چاہتی تھی۔ پھر جب میں اکتا گئی اور آپ نے فرمایا: بس؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ذرا سوچو تو سہی، جو لڑکی کم سن اور کھیل کود کی شوقین ہوگی کتنی دیر تک تماشہ دیکھے گی!!

(بخاری ۴۹۳۸/، مسلم ۸۹۲/)

ایک واقعہ اور ہے جس کی طرف پہلے بھی اشارہ گذر چکا ہے کہ ایک بار عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھیں۔ ابھی وہ کم سن تھیں اور ان کے بدن پر گوشت نہیں آیا تھا، موٹی نہیں ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے کہا: آگے بڑھ جاؤ، چنانچہ وہ سب آگے بڑھ گئے۔ پھر آپ

نے کہا: عائشہ آؤ (دوڑ کا) مقابلہ کرتے ہیں۔ مقابلہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا آگے نکل گئیں۔ کچھ دنوں بعد ایک سفر میں پھر جانا ہوا۔اس بار بھی آپ نے صحابہ سے کہا: آگے بڑھ جاؤ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ کا مقابلہ کرنے کے لئے کہا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس وقت میں موٹی ہوچکی تھی اور میرے بدن پر گوشت چڑھ آیا تھا۔ میں نے کہا: اس حالت میں اے اللہ کے رسول! میں آپ سے کیسے مقابلہ کرسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: تمھیں مقابلہ کرنا ہی پڑے گا۔ چنانچہ مقابلہ ہوا اور آپ مجھ سے آگے نکل گئے۔ پھر آپ ہنسنے لگے اور آپ نے فرمایا: یہ اس جیت کا بدلہ ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس پرانے واقعہ کو بھول چکی تھی۔

(ابوداود/۴۰۳، احمد ۶/۲۶۴)

عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا ایک واقعہ اور ہے۔ فرماتی ہیں کہ میرے پاس سودہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ موجود تھے۔ میں خزیرہ پکا کر لے کر آئی (خزیرہ ایک قسم کا کھانا ہے جس میں گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ابال لیا جاتا ہے اور پھر اس پر آٹا ڈال دیا جاتا ہے) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کھاؤ۔ انھوں نے کہا: مجھے پسند نہیں۔ میں نے کہا:

اللہ کی قسم! تمھیں کھانا پڑے گا ورنہ میں تمھارے چہرے پر اسے مَل دوں گی، پوت دوں گی۔ انھوں نے کہا: مجھے طلب نہیں ہے، مجھے نہیں چاہئے۔ لہذا میں نے پلیٹ سے تھوڑا سا لے کر ان کے چہرے پر مل دیا۔ رسول اللہ ﷺ میرے اور ان کے درمیان تھے۔ اب آپ گھٹنے موڑ کر جھک گئے تاکہ وہ مجھ سے بدلہ لے لیں۔ چنانچہ انھوں نے پلیٹ سے تھوڑا سا نکال کر میرے چہرے پر مل دیا۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے۔

(النسائی فی عشرۃ النساء/۳۱)

شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی کہ رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے۔ آپ نے مجھ سے کہا: تم حفصہ کو بغل میں نکلنے والے دانوں کا منتر کیوں نہیں سکھا دیتی جیسا کہ تم نے انھیں لکھنا سکھایا ہے۔

(ابوداود/۳۸۸۷، احمد ۶/۹۲۸۶)

بغل کے دانوں کے منتر کے طور پر جو چیز مشہور تھی وہ یہ تھی:

اَلْعَرُوْسُ تَحْتَفِلْ، وَتَخْتَضِبْ وَتَكْتَحِلْ، وَكُلَّ شَيْءٍ تَفْتَعِلْ غَيْرَ أَنْ لَّا تَعْصِيْ الرَّجُلْ

(دلہن مجلس جماتی ہے۔ خضاب وسرمہ لگاتی ہے۔ اور سب کچھ

کرتی ہے مگر مرد کی نافرمانی نہیں کرتی)۔

گویا یہ ایک مزاحیہ بات تھی جسے ہر سننے والا سمجھ سکتا ہے کہ اس میں نہ ہی کوئی نفع ہے اور نہ ہی کوئی نقصان۔ البتہ یہ کہہ کر نبی ﷺ حفصہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا ایک راز فاش کر دیا تھا۔

(ملاحظہ ہو عون المعبود ۱۰/۳۷۳)

۱۳۔ بعد وفات بھی ذکر خیر کرنا:

حسن معاشرت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ بیوی کی وفات کے بعد بھی اس کی وفاداری قائم رکھی جائے۔ نبی ﷺ نے اس سلسلہ میں اعلیٰ مثال پیش فرمائی ہے۔ آپ ﷺ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بکثرت ان کی مدح وثنا فرمایا کرتے اور ان کی فضیلت بیان کیا کرتے حتیٰ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: مجھے خدیجہ سے جو غیرت تھی وہ کسی اور بیوی سے نہیں تھی کیونکہ نبی ﷺ انھیں بہت یاد کیا کرتے تھے۔

(بخاری ۷/۱۰۲)

ایک روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کبھی نہیں دیکھا لیکن نبی ﷺ انھیں بہت یاد کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی جب آپ

بکری ذبح کرتے تو اسے کئی ٹکڑے کاٹ کر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں میں بھیج دیا کرتے۔ (بخاری ۱۰۸/۷)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ جب خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے تو ان کی تعریف اور دعاءِ مغفرت کرتے نہ تھکتے۔ ایک دن آپ نے ان کا ذکر کیا تو مجھے غیرت آ گئی۔ میں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بڑھیا سے اچھا بدل عطا فرمایا ہے۔ اس بات پر نبی ﷺ اس قدر غضب ناک ہوئے کہ مجھے اپنے دل میں بڑا دکھ ہوا اور میں نے اپنے جی میں کہا: اے اللہ! اگر تو اپنے رسول کا غصہ مجھ پر سے ختم کر دے تو میں کبھی برائی کے ساتھ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام نہیں لوں گی۔ پھر نبی ﷺ نے جب میری یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے فرمایا: تم نے کیا کہا؟ اللہ کی قسم! جب لوگوں نے مجھے جھٹلا دیا تھا تو خدیجہ مجھ پر ایمان لائی تھی۔ جب لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا تھا تو اس نے مجھے پناہ دی تھی۔ اور اس سے مجھے اولاد عطا ہوئی تھی جب کہ تم سب مجھ سے اولاد سے محروم ہو۔ آپ ﷺ ایک ماہ تک صبح وشام یہ بات دہراتے رہے۔ (اصابہ ۲۱۷/۱۲)

فصل سوم:

شوہر کے حقوق

جس طرح شوہر کے اوپر بیوی کے حقوق ہیں اسی طرح بیوی کے اوپر شوہر کے بھی کچھ حقوق ہیں تاکہ ازدواجی زندگی خیر وسعادت کے ساتھ گذرے۔ آیئے ان حقوق کا تذکرہ آپ کے سامنے رکھا جائے۔

ا۔ اطاعت وفرماں برداری

بیوی کے اوپر شوہر کا اہم ترین حق یہ ہے کہ بیوی اس کی اطاعت وفرماں برداری کرے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾ نساء/۳۴

(نیک عورتیں وہ ہیں جو فرماں بردار اور خاوند کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت میں (مال وآبرو کی) حفاظت کرنے والی ہیں)۔

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: سب سے بہترین عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا:

''وہ عورت کہ شوہر جب اسے دیکھے تو عورت اسے خوش کر دے اور شوہر جب حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اپنی جان ومال میں شوہر کا ناپسندیدہ کام نہ کرے، اس کی مخالفت نہ کرے''۔ (صحیحہ/۱۸۳۸)

حصین بن محصن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میری پھوپھی نے بتایا کہ وہ کسی کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''یہ کون عورت آئی ہے؟ کیا شوہر والی ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں! پھر آپ نے دریافت کیا: تیرا اپنے شوہر کے ساتھ کیسا رویہ ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے کبھی اس کی اطاعت اور خدمت میں کسر نہیں چھوڑی سوائے اس چیز کے جو میری بس میں نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھا یہ بتاؤ، اس کی نظر میں تم کیسی ہو؟ یاد رکھو وہ تمھاری جنت اور جہنم ہے''۔

(احمد ۴/۳۴۱)

شوہر اگر عورت سے راضی ہے تو وہ عورت کے لئے جنت کا دروازہ ہے اور اگر ناراض ہے تو جہنم کا دروازہ ہے بشرطیکہ یہ ناراضی حق کی بنا پر ہو،

کیونکہ اگر وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم دے تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی اور اگر اس وقت ناراض ہوتا ہے تو اس کی ناراضگی برحق نہیں ہے لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔

نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا قِيْلَ لَهَا ادْخُلِيْ الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ (ابن حبان، صحیح الجامع ٦٦٠)

''جس عورت نے پنجوقتہ صلاۃ ادا کی اور ماہ رمضان کا صوم رکھا، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنے شوہر کی اطاعت کی، اس سے کہا جائے گا: جنت کے جس دروازے سے داخل ہونا چاہتی ہے داخل ہوجا''۔

شوہر عورت کی محبت واطاعت کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ نیز شوہر کو وہ انتہائی بلند مقام حاصل ہے جس تک عورت کے کسی دوسرے رشتہ دار یا قرابت دار کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

صلاۃ ایک اعلیٰ ترین عبادت ہے اور سجدہ اس کی چوٹی ہے، شریعت نے شوہر کا مقام و مرتبہ واضح کرنے کے لئے یہ مثال بیان کی ہے کہ اگر غیر اللہ کے لئے سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو اپنے شوہر کا سجدہ کرنے کا حکم دیا جاتا۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''اگر میں کسی کو غیر اللہ کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، عورت اپنے رب کا حق ادا نہیں کرسکتی جب تک وہ اپنے شوہر کا پورا حق ادا نہ کرے حتی کہ شوہر اگر اسے بلائے اور وہ سواری پر ہو تب بھی اپنے آپ کو نہ روکے''۔ (یعنی ضرور اس کی پکار پر لبیک کہے۔)

(مسند احمد ۴/۳۸۱، ابن ماجہ/۱۸۵۳، صحیح الجامع/۵۲۹۵)

ایک مسلمان خاتون اپنے شوہر کی اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی اطاعت میں ہوتی ہے۔ اس پر اجر و ثواب پاتی ہے۔

واضح رہے کہ صرف اپنی خواہش کے مطابق کاموں میں بات

ماننے کا نام اطاعت نہیں ہے بلکہ مکمل اطاعت تو اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب اپنے نفس کے خلاف حکموں میں اس کی پیروی کرے۔ خود کسی کام میں اس کی رائے شوہر کی رائے کے خلاف ہو مگر شوہر کا حکم ہونے کی بنا پر نہایت خوشی اور رضامندی کے ساتھ اس کام کو انجام دے۔ اگر خوشی اور رضامندی کے بجائے تنگدلی، کراہت اور مجبوری کے ساتھ حکم کی تعمیل کرتی ہے تو ایسی اطاعت کو اطاعت نہیں کہتے۔ مخالفت کے باوجود بخوشی حکم ماننے کا نام اطاعت ہے۔

کچھ عورتوں کو مخالفت کا شوق ہوتا ہے۔ وہ شوہر کے ہر حکم کی خلاف ورزی میں لذت محسوس کرتی ہیں خواہ وہ ان کے فائدہ کی ہی چیز کیوں نہ ہو۔ ایسی عورتوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیئے۔ یہ ازخود اللہ کی ناراضی مول لے لیتی ہیں اور ان پر جنت کی حوریں بددعا کرتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو جنت میں اس کی ہونے والی حور بیوی کہتی ہے: تو اسے تکلیف نہ دے۔۔اللہ تجھے غارت کرے۔۔ وہ تو تیرے پاس مہمان

ہے، جلد ہی تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔

(ترمذی ۴/۱۱۷، صحیحہ ۳/۱۷۳)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا میں تمھیں تمھاری جنتی عورتوں کا حال نہ بتاؤں ؟ لوگوں نے عرض کیا: ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: وہ عورتیں بہت محبت کرنے والی اور بہت بچہ جننے والی ہوتی ہیں، جب وہ غصہ ہوتی ہیں یا انھیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا ان کا شوہر ان سے ناراض ہوتا ہے تو (شوہر سے قریب ہوکر) کہتی ہیں: یہ میرا ہاتھ تمھارے ہاتھ میں ہے اس وقت تک میری آنکھوں پر نیند حرام ہے جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں''۔ (صحیحہ ۷/۲۸)

دوسرا حق: نافرمانی پر تنبیہ وسرزنش

اللہ تعالیٰ نے شوہر کو یہ حق دیا ہے کہ اگر اس کی بیوی اس کے حکموں کی خلاف ورزی کرے تو شرعی حدود میں رہ کر اس کی تنبیہ وسرزنش کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاللَّاتِي تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ

فِیْ الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيّاً كَبِيْراً ﴾النساء/۳۴

(اور جن عورتوں سے تمھیں سرکشی کا اندیشہ ہو انھیں سمجھاؤ (نہ سمجھیں تو) خواب گاہوں میں ان سے الگ رہو (پھر نہ سمجھیں تو) انھیں مارو پھر اگر وہ فرماں بردار ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر زیادتی کے بہانے تلاش نہ کرو، یقیناً اللہ بلند رتبہ اور بڑی شان والا ہے)۔

آیت مذکورہ میں عورت کی نافرمانی اور بد دماغی کی علامات ظاہر ہونے کی صورت میں مرد کو تنبیہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس کے درجات و مراتب مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

پہلا درجہ:

پہلا درجہ وعظ و نصیحت کا ہے۔ کتاب و سنت کے ذریعے ان کو نصیحت کی جائے۔ اللہ نے ان پر شوہر کے تئیں جو فرائض مقرر کئے ہیں ان کو یاد دلایا جائے۔ شوہر کا مقام و مرتبہ نیز اس کی اطاعت و فرماں برداری کے واجب ہونے کو اس کے سامنے واضح کیا جائے۔ موت، قبر، حساب اور عذاب آخرت سے ڈرایا جائے۔ بتایا جائے کہ اگر ابھی رجوع نہیں کرتی تو

اس سے سخت سزا کی مستحق ہوگی۔خرچ روک دینے کی دھمکی دی جائے۔اگر سوکنیں ہیں تو اس کی باری ختم کردینے کی بات کہی جائے۔شاید اس طرح وہ توبہ کرلے اور اپنی غلطی پر معذرت کرکے اصلاح کرلے۔

اگر نرمی کے ساتھ کی گئی اس وعظ ونصیحت کا کوئی فائدہ نہ ہو تو اگلا قدم اٹھائے۔

دوسرا درجہ:

دوسرا درجہ خواب گاہ میں ان سے الگ رہنے کا ہے۔اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک ہی بستر پر سوئے مگر اس کی طرف پیٹھ کرکے سوئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ الگ بستر پر سوئے۔تیسری صورت یہ ہے کہ گھر میں ساتھ رہنا چھوڑ دے جیسا کہ نبی ﷺ نے ایک بار اپنی بیویوں کو ایک ماہ کے لئے چھوڑ دیا تھا اور سب سے الگ ہوکر بالاخانے پر جاکر قیام فرمایا تھا۔ (بخاری ۳۰۰/۹)

البتہ یہ ترک تعلق چار ماہ کے اندر تک ہی جائز ہے، اس سے زیادہ درست نہیں، جیسا کہ ایلاء کی مدت مقرر کی گئی ہے۔ارشاد باری ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ

فَاۗءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴿ البقرۃ/۲۲۶۔۲۲۷

(جولوگ اپنی بیویوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھالیں ان کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے۔اس دوران اگر وہ رجوع کرلیں تو اللہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔اور اگر طلاق ہی کی ٹھان لیں تو بے شک اللہ [تمھارے ارادوں کو] سننے والا جاننے والا ہے)۔

یہاں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ مرد کی جانب سے یہ ترک تعلق انتقام اور ضرر رسانی کے مقصد سے ہرگز نہ ہو بلکہ اصلاح اور تنبیہ کی خاطر ہو۔

ایک بات کی وضاحت اور ضروری ہے کہ اگر بات چیت بند کرکے تنبیہ کرنا چاہے تو اس کی مدت صرف تین دن ہے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ بات بند رکھے''۔ (مسلم/۲۵۶۰)

ظاہر ہے کہ آپ اور آپ کی بیوی میں بھی اسلامی اخوت کا رشتہ موجود ہے۔

تیسرا درجہ:

اگر ترک تعلق بھی فائدہ نہ دے اور عورت اپنی نافرمانی پر بدستور قائم رہے تو مرد تیسری صورت کو اپنائے جس میں عورت کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن مارنے کی اجازت کچھ شرطوں کے ساتھ مقید ہے جن کا لحاظ ضروری ہے۔

پہلی شرط: عورت کو اپنی سرکشی اور نافرمانی پر اصرار ہو، وعظ ونصیحت اور ترک تعلق کوئی فائدہ نہ دے۔

دوسری شرط: سزا کوتاہی کے مطابق ہو۔ اس لئے کہ کوتاہی سے زیادہ سزا دینا ظلم ہے۔ جو معاملہ صرف وعظ ونصیحت کے لائق ہو اس میں ترک تعلق نہ کرے اور جو معاملہ صرف ترک تعلق کے لائق ہو اس میں مار نہ مارے۔

تیسری شرط: اس بات کی رعایت ضروری ہے کہ مارنے کا مقصد علاج اور تنبیہ ہے اور یہ مقصد مسواک وغیرہ سے ہی ہلکی مار مار کے حاصل ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْباً غَيْرَ مُبَرِّحٍ (مسلم ۱۸۳/۸) ''ان کو

ایسی مار مارو کہ سخت چوٹ نہ لگے''۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سخت چوٹ نہ لگنے والی مار کون سی ہے؟ فرمایا: مسواک وغیرہ کی مار۔

<u>چوتھی شرط:</u> نازک اور پُر خطر جگہوں پر نہ مارے جیسے سر، پیٹ اور چہرہ نیز ہڈی ٹوٹنے نہ پائے۔کوئی عضو عیب دار نہ ہو۔ بدن لہو لہان نہ ہو۔ایک ہی جگہ پر کئی بار نہ مارے۔اس طرح نہ مارے کہ خون نکل آئے۔

<u>پانچویں شرط:</u> اگر عورت سرکشی چھوڑ دے تو پھر سزا جاری رکھنا قطعاً درست نہیں۔

کوئی عورت فرماں بردار ہو تو مرد کے لئے یہ ہرگز درست نہیں کہ اسے یہ کہہ کر تکلیف پہنچائے یا سزا دے کہ تو مجھ سے محبت نہیں کرتی اور مجھے نہیں چاہتی کیونکہ دل آدمی کے اپنے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ البتہ بہ تکلف محبت پیدا کرنے اور چاہت ظاہر کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ بالآخر اس طرح محبت پیدا ہو جائے گی اِن شاء اللہ العزیز۔

بہر کیف ان تفصیلات کے بعد یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ نہ مارنا

ہی افضل اور بہتر ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار ارشاد فرمایا:

''اللہ کی بندیوں کو نہ مارو۔ کچھ دنوں کے بعد عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! عورتیں اپنے شوہروں پر بہت جری ہوگئی ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انھیں مارنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد عورتوں کی ایک کثیر تعداد اپنے شوہروں کی شکایات لے کر نبی ﷺ کی ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی خدمت میں پہنچی۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے اعلان فرمایا: ستر عورتوں نے ہماری ازواج سے اپنے شوہروں کی شکایت کی ہے۔ ایسے لوگ [جو عورتوں کو مارتے ہیں] تم میں اچھے لوگ نہیں ہیں''۔

(ابن ماجہ/۱۹۸۵، ابوداود/۲۱۴۶۔صحیح الجامع ۳۰/۵)

دوسری حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔فرماتی ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے نہ کبھی کسی عورت کو مارا، نہ کسی خادم کو اور نہ کبھی کسی اور چیز کو، سوائے اس کے کہ آپ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہوں''۔(مسلم/۷۹)

یہ بات معروف ہے کہ ہر عورت کا مزاج یکساں نہیں ہوتا بلکہ ان کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کوئی عورت مار کھانے کے بعد سدھر جاتی ہے اور کوئی مار کھا کر بگڑ جاتی ہے۔ شریعت کا مقصد چونکہ اصلاح ہے اس لئے اس تعلق سے حالات وظروف کی رعایت ضروری ہے۔

بعض ظالم یہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں پر ظلم و جبر ہی مردانگی ہے۔ یہ ان کی غلط فہمی ہی نہیں بلکہ سخت قسم کی حماقت و نادانی ہے۔ انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ بیوی کوئی ساز وسامان یا کوئی حیوان نہیں ہے کہ مالک اسے خریدنے کے بعد جس طرح چاہے برتاؤ کرے بلکہ وہ ایک انسان ہے اور نہایت ہی معزز و مکرم ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ ﴾ اسراء/۷۰

(ہم نے انسان کو معزز بنایا ہے)۔

عورت کے ساتھ شفقت و نرمی کا معاملہ اس انداز کا نہیں ہے جیسے کوئی ترس کھا کے بے زبان اور گونگے جانوروں پر رحم کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ بھلے انداز میں رہنا فرض ہے اور یہ اس کا اخلاقی اور شرعی حق ہے۔ عورت مرد کی جملہ انسانی خوبیوں میں اس کی شریک اور ہمسر ہے۔ جسمانی

خلقت، حسن صورت، عقل وخرد، بیان وگویائی یہ سب وہ صفات ہیں جس میں ایک عورت مرد کے برابر اور اس کے ہم مثل ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص عورت کے ساتھ جانوروں کا سا رویہ اپناتا ہے تو وہ اللہ کی نعمت کے ساتھ کفریہ طرز عمل اور ناشکری کا ارتکاب کرتا ہے۔ اسے اللہ سے ڈرنا چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

إِنِّیْ أُحَرِّجُ عَلَیْكُمْ حَقَّ الضَّعِیْفَیْنِ الْیَتِیْمِ وَالْمَرْأَةِ

(ابن ماجہ/۳۶۷۸، مسند احمد۲/۴۳۹۔ صحیحہ/۱۰۱۵)

''میں دوضعیفوں کا حق مارنا سخت باعث حرج قرار دیتا ہوں، یتیم کا اور عورت کا''۔

اگر کسی نے اپنی بیوی کے حقوق کی ادائیگی نہیں کی تو قیامت کے دن اسے ادا کرنا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

''بروز قیامت تمھیں لازمی طور پر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے پڑیں گے یہاں تک کہ سینگ دار بکری سے بے سینگ بکری کا بدلہ بھی لیا جائے گا''۔

(مسلم/۲۵۸۲)

تیسرا حق: بیوی کو اپنے ساتھ لے جانا

جس طرح بیوی کا یہ حق ہے کہ شوہر اس کے لئے گھر مہیا کرے، اسی طرح شوہر کا یہ حق ہے کہ وہ بیوی کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائے۔ بیوی اس کی مخالفت کر کے کسی خاص جگہ مثلاً اپنے باپ کے گھر رہنے کے لئے اصرار نہیں کرسکتی۔

قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ مدین کے نیک آدمی کی بیٹی سے جب ان کا نکاح ہوگیا اور انھوں نے ملازمت کی شرط اور مدت مکمل کر لی تو اپنے اہل خانہ کو اپنے آبائی وطن کی طرف لے کر چلے۔ (قصص/۲۹)

چوتھا حق: شوہر کے مال کی حفاظت

عورت کے پاس شوہر کا جو بھی مال ہے امانت ہے۔اس مال میں شوہر کی مرضی کے بغیر عورت کے لئے کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

''تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔ مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے، عورت اپنے

خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر حاکم ہے، پس ہر شخص حاکم ہے اور اپنی اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے"۔

(بخاری/۸/۲۲۷، مسلم/۱۸۲۹)

حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ بھی خرچ نہ کرے۔ آپ سے دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کھانا بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ تو ہمارا سب سے بہتر مال ہے"۔ (ترمذی/۶۷۰، ابن ماجہ ۲۲۹۵)

ایک اور روایت میں ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے جب عورتوں سے بیعت لی تو ایک بوڑھی عورت نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم اپنے والدین، بیٹوں اور شوہروں پر بوجھ ہیں، ہمارے لئے ان کے مال میں سے کتنا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: تازہ چیزیں جنھیں تم کھا سکتی ہو اور ہدیہ دے سکتی ہو"۔ (ابوداود/۱۶۸۶)

تازہ چیزوں سے مراد تازہ کھانے، تازہ پھل اور تازہ سبزیاں

وغیرہ ہیں جو استعمال نہ ہونے کی صورت میں جلد ہی خراب ہو جاتی ہیں۔
عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب عورت اپنے گھر کے اناج [غلہ] سے فساد کے بغیر خرچ کرے [یعنی دستور کے مطابق خرچ کرے جیسے سائل کو ایک مٹھی یا فقیر کو ٹکڑا دیا جس میں شوہر کی رضا غالباً عادت سے معلوم ہوتی ہے] تو عورت کو اس کے خرچ کرنے کا ثواب ہوگا اور شوہر کو اس کے کمانے کا اور خزانچی کو بھی اسی کے مثل اور ایک کے ثواب کی وجہ سے دوسرے کا ثواب کم نہ ہوگا''۔ [یعنی ہر ایک کو اللہ تعالیٰ الگ الگ ثواب دے گا نہ کہ ایک کے ثواب میں دوسرے کو شریک کر دے]۔

(بخاری ۳/ ۲۴۰، مسلم/ ۱۰۲۴)

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب عورت اپنے شوہر کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرتی ہے تو اس میں بھی مرد کو آدھا ثواب ہے''۔

(بخاری/ ۵۰۴۵، مسلم/ ۱۰۲۶)

اس سے پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر عورت

کچھ خرچ نہیں کرسکتی نیز بلا اجازت خرچ کرنے پر وہ گنہگار ہوگی اور پیش نظر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شوہر کے حکم کے بغیر خرچ کرسکتی ہے۔ بظاہر دونوں حدیثوں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دونوں حدیثوں کو جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ شوہر کے حکم خاص کے بغیر عورت کے لئے خرچ کرنا جائز ہے لیکن عمومی اجازت کا حاصل ہونا ضروری ہے۔ جمع کی دوسری صورت یہ ہے کہ عورت شوہر سے پائے ہوئے اپنے خرچہ میں سے اگر کچھ شوہر کے علم کے بغیر خرچ کرتی ہے تو ثواب میں وہ اور شوہر دونوں شریک ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پانچواں حق: کفایت شعاری

بیوی پر شوہر ایک حق یہ ہے کہ وہ کفایت شعاری اور قناعت پسندی اختیار کرے اور اپنے شوہر سے اس کی طاقت اور اپنی ضرورت سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرے۔

اصل امیری دل کی امیری ہے اور قناعت باعث سعادت ہے۔ عورت اگر حقیقت پسندی سے دور ہوکر زیب وزینت کی عاشق ہوجائے تو دنیا وآخرت کی ہلاکت یقینی ہوجاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک بار طویل

خطبہ دیا اور دنیا و آخرت کے بہت سے امور ذکر فرمائے، آپ ﷺ نے یہ بھی ذکر فرمایا کہ:

''بنو اسرائیل کی ہلاکت کا ایک سبب یہ ہوا کہ فقیر کی بیوی بھی انھیں کپڑوں اور زیورات کا تکلف کرتی تھی جن کا امیر کی بیوی کیا کرتی تھی''۔ (صحیحہ/۵۹۱)

نبی رحمت ﷺ نے اگر چہ عورتوں کو سونا اور ریشم پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے مگر آپ اپنی ازواج مطہرات کو ریشم اور زیورات سے منع فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ:

''اگر تم جنت کے زیورات اور ریشم چاہتی ہو تو اسے دنیا میں مت پہنو''۔ (نسائی ۱۵۶/۸، احمد ۱۴۵/۴)

چھٹا حق: شکر و سپاس

شوہر اپنی طاقت کے مطابق بیوی کے لئے جو خوراک و پوشاک اور لباس و زیورات مہیا کرے، بیوی کو اس پر شوہر کا شکر گذار ہونا چاہئے۔ ناشکری سے بچتے ہوئے اللہ سے دعا کرنا چاہئے کہ اللہ اسے اچھا بدلہ عطا فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ ایسی عورت کو [نظر رحمت سے] نہیں دیکھے گا جو اپنے شوہر کا شکر ادا نہیں کرتی حالانکہ وہ اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتی''۔ (صحیحہ/۲۸۹)

اسماء بنت زید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کا میرے پاس سے گذر ہوا۔ میں اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ تھی۔ آپ نے ہم سے سلام کیا اور فرمایا: احسان کرنے والوں کی ناشکری سے بچنا۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! احسان کرنے والوں کی ناشکری کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کسی کے والدین انتقال کر جاتے ہیں اور پھر اسے اللہ تعالیٰ ایک شوہر سے نوازتا ہے اور اس سے بچہ عنایت فرماتا ہے، پھر جب وہ غصہ میں آتی ہے تو ناشکری کر جاتی ہے، کہتی ہے: میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں''۔ (مجھے تمھارے ساتھ کبھی آرام ملا ہی نہیں)۔ (صحیحہ/۸۲۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا:

''اے عورتو! صدقہ کرو میں نے جہنمیوں میں زیادہ تر تم کو دیکھا

ہے۔ عورتوں نے سوال کیا: ایسا کیوں اے اللہ کے رسول؟
آپ نے فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری
کرتی ہو"۔ (بخاری ۳۲۵/۳)

ساتواں حق: خدمت گذاری

شوہر کے گھر کی دیکھ بھال، کھانا پکانا، برتن دھونا، جھاڑو لگانا، صفائی ستھرائی وغیرہ عورت کی ذمہ داری ہے تاکہ مرد علم وعمل کے لئے فارغ رہے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار اپنے والد محترم رسول اکرم ﷺ سے چکی پیسنے سے ہونے والی تکلیف کی شکایت کی۔ انھیں اطلاع ملی تھی کہ کچھ قیدی آئے ہیں، ان میں سے کوئی غلام خدمت کے لئے طلب کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنا معاملہ بتا کر واپس چلی آئیں۔ جب اللہ کے نبی ﷺ تشریف لائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کی خبر دی۔ چنانچہ نبی ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے جب کہ میاں بیوی لیٹ چکے تھے۔ یہ اٹھنا ہی چاہتے تھے مگر نبی ﷺ نے فرمایا: اپنی جگہ پر رہو۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

پھر آپ ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر محسوس کی۔ آپ نے فرمایا:

''کیا میں تم دونوں کو وہ نہ بتاؤں جو تمھاری اس طلب (یعنی خادم) سے بہتر ہے جب تم لیٹو تو چونتیس بار اللہ اکبر، تینتیس بار سبحان اللہ، اور تینتیس بار الحمد للہ کہو۔ یہ تمھارے لئے خادم سے بہتر ہے''۔ (بخاری/۵۹۵۹، مسلم/۲۷۲۷)

حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ گھر کی وہ خدمت جو بیوی کر سکتی ہے بیوی پر لازم ہے، شوہر اس کا ذمہ دار نہیں ہے کیونکہ اگر شوہر ذمہ دار ہوتا تو نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو خادم مہیا کرنے کا حکم فرمایا ہوتا جیسا کہ آپ نے مہر کی ادائیگی کا حکم دیا تھا۔

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما جو زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، فرماتی ہیں: میں زبیر کے گھر کی تمام خدمات انجام دیتی تھی۔ ان کے پاس ایک گھوڑا تھا، اس کی دیکھ ریکھ کرتی اور اسے چارہ پانی مہیا کرتی تھی۔ (مسند احمد ۶/۳۵۲)

آٹھواں حق: شوہر کے والدین اور بہنوں کے ساتھ حسن سلوک

شوہر کے والدین اور بہنوں کی عزت وتکریم خود شوہر کی عزت

وتکریم کا ایک حصہ ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک شوہر پر فرض ہے لہٰذا بیوی کو جس طرح تمام نیکیوں میں شوہر کی مددگار رہونا چاہیئے اسی طرح اس نیکی میں بھی آگے بڑھ کر اس کا تعاون کرنا چاہیئے۔

نواں حق: بچوں کی رضاعت اور پرورش

بچوں کی پرورش، ان کی نگہبانی اور دیکھ بھال والدین خصوصاً ماں کی ذمہ داری ہے۔ارشاد باری ہے:

﴿ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ البقرۃ/۲۳۳

(جو باپ یہ چاہتا ہو کہ اس کا بچہ پوری مدت دودھ پیئے تو مائیں اپنے بچوں کو پورے دوسال دودھ پلائیں)۔

یعنی مدت رضاعت زیادہ سے زیادہ دوسال ہے، اس سے کم مدت کی بھی رضاعت ہوسکتی ہے نیز ڈھائی سال کی بات جو عوام میں مشہور ہے اس واضح آیت کی روشنی میں درست نہیں ہے۔

صحیح ابن خزیمہ (۱۹۸۶) میں مروی ہے کہ نبی ﷺ کو جب جہنم کی سیر کرائی گئی تو آپ نے کچھ ایسی عورتوں کو دیکھا جن کی چھاتیوں کو سانپ

ڈس رہے تھے۔ آپ نے پوچھا: ان کا معاملہ کیا ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ عورتیں اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ (صحیح الترغیب ۱/۴۲۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچہ کو اس کی رضاعت کا حق نہ دینا بہت بڑا گناہ ہے۔

دسواں حق: اولاد کی تربیت

عورت پر ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ صبر وشفقت کے ساتھ اولاد کی تربیت کرے۔ اولاد پر غصہ نہ ہو۔ انھیں چیخ کر ڈانٹے نہیں۔ ان کو گالی نہ دے۔ ان کو مارے نہیں اور نہ ان پر بددعا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''اپنے اوپر بددعا نہ کرو۔ اپنی اولاد پر بددعا نہ کرو۔ اپنے خادموں پر بددعا نہ کرو۔ اپنے مالوں پر بددعا نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے دعا کی قبولیت کا وقت ہو اور وہ تمھاری بددعا قبول کرلے''۔ (پھر تاحیات پچھتانا اور حسرت وافسوس کرنا پڑے)۔ (ابوداود/۱۵۳۲)

کامیاب تربیت کے لئے چند تجاویز:

بچوں کی کامیاب تربیت کے لئے چند اصولوں کی رعایت وپاسداری ضروری ہے۔ ان تجاویز کو اپنا کر ان شاء اللہ ان کی تربیت کو خوب سے خوب تر بنایا جاسکتا ہے۔

۱۔ میاں بیوی مل کر تربیت کا ایک متفقہ منصوبہ اور متحدہ لائحہ عمل طے کریں۔

۲۔ ماں بچوں کے سامنے کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اسے باپ کے طریقۂ تربیت سے اختلاف ہے۔

۳۔ جس وقت باپ بچوں کو سزا دے رہا ہو یا ان کی تنبیہ کر رہا ہو اس وقت بچوں کے سامنے اس پر اعتراض نہ کرے۔ اگر باپ کی تنبیہ نامناسب ہو تو بچوں کی غیر موجودگی میں اس سے بات کرے۔

۴۔ حقیقت واقعہ کو نہایت صراحت کے ساتھ اپنے شوہر کے سامنے پیش کر دیا کرے۔ بچہ اگر باپ کی عدم موجودگی میں کوئی ایسی حرکت کرے جس کی اطلاع باپ کو ہونا ضروری ہو تو اسے ہرگز نہ چھپائے۔

۵۔ باپ نے جو کام کرنے سے روکا ہو ماں اسے کرنے کی اجازت

قطعاً نہ دے۔ باپ نے جو چیز دینے سے منع کیا ہو باپ کی عدم موجوگی میں بھی بچوں کو نہ دے۔

٦۔ ماں بچوں کے سامنے کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اسے باپ کی بعض عادتوں یا بعض حرکتوں سے نفرت ہے۔ بچوں کے سامنے شوہر کی باتوں اور کاموں میں غلطی نہ نکالے۔ اس کی عیب جوئی نہ کرے اور اس کے مقابلہ میں بچوں کی طرف داری نہ کرے۔

گیارہواں حق: مذموم غیرت سے اجتناب

غیرت کی صفت بیشتر عورتوں میں پائی جاتی ہے۔ غیرت کی بعض قسمیں قابل مذمت اور بعض قسمیں قابل تعریف ہیں۔ قابل مذمت غیرت وہ ہے جس سے ایک عورت کے دل میں ہر دم شکوک وشبہات کی آگ لگی رہے اور جس کی بنا پر ازدواجی زندگی ناقابل برداشت جہنم بن جائے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کی غیرت کے خاتمہ کی دعا فرمائی چنانچہ خود ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے، فرماتی ہیں:

”جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تو میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی نیز میں نے کہا: اے اللہ مجھے اس مصیبت کا اجر

دے اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما۔ کہتی ہیں: پھر میں نے اپنے آپ میں سوچا کہ میرے لئے ابوسلمہ سے بہتر کون ہوسکتا ہے؟ جب میری عدت ختم ہوگئی، رسول اللہ ﷺ نے میرے پاس آنے کی اجازت چاہی۔ میں ایک چمڑے کو دباغت دے رہی تھی۔ میں نے اپنا ہاتھ دھویا۔ آپ کو آنے کی اجازت دی اور آپ کے لئے چمڑے کا ایک تکیہ لگادیا جس کے اندر کھجوروں کی چھال بھری ہوئی تھی۔ آپ نے تشریف رکھا۔ پھر مجھ کو اپنے لئے پیغام نکاح دیا۔ جب آپ اپنی بات سے فارغ ہوگئے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایسی بات نہیں کہ مجھے آپ سے رغبت اور دلچسپی نہ ہو لیکن میں سخت غیرت مند خاتون ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہوجائے جس کی بناپر اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دے۔ پھر میری عمر بھی (اچھی خاصی) ہوچکی ہے اور میں بچوں والی بھی ہوں۔ آپ نے فرمایا: جہاں تک غیرت کی بات ہے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں اللہ تمھاری غیرت ختم کردے گا۔ جہاں تک عمر کی بات ہے تو میری عمر بھی تمھاری عمر جیسی ہے۔ اور جہاں تک بچوں کی بات ہے تو

تمھارے بچے میرے بچے ہیں۔[یعنی میں ایک باپ کی طرح ان کی دیکھ ریکھ اور کفالت و پرورش انجام دوں گا]۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی بات تسلیم کر لی۔ چنانچہ آپ نے مجھ سے شادی کر لی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ کے بدلہ میں ان سے بہتر ہستی رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا۔

(مسند احمد ۴/۲۸، نسائی ۶/۸۱)

یہاں پر اللہ کے نبی ﷺ نے جس غیرت کے خاتمہ کی دعا فرمائی وہ مذموم غیرت تھی البتہ وہ غیرت جو معتدل ہو اور ہر وقت دل و دماغ پر مسلط نہ رہے وہ نہ صرف قابل قبول ہے بلکہ بعض اوقات پسند خاطر ہوتی ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

''نبی اکرم ﷺ اپنی (باری کے مطابق) ایک زوجہ محترمہ کے ہاں مقیم تھے۔ اتنے میں ایک دوسری زوجہ محترمہ نے ایک برتن میں کھانا بھیجا، گھر والی بیوی صاحبہ نے [کھانا لانے والے] خادم کے ہاتھ پر چوٹ ماری جس سے برتن نیچے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے برتن کے ٹکڑے جمع کئے اور پھر کھانا اکٹھا کرنے لگے اور فرمایا: ''تمھاری ماں کو غیرت آ گئی''۔

پھر آپ نے خادم کو روکا اور برتن توڑنے والی بیوی کے گھر سے
نیا برتن لے کر خادم کے حوالہ کیا اور ٹوٹا ہوا برتن اسی گھر میں
رہنے دیا جہاں وہ ٹوٹا تھا۔ (بخاری ۹/۲۸۳)

غیرتوں میں قابل تعریف غیرت وہ ہے جو اللہ کی حرمتوں کی پامالی کے وقت پیدا ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَغَارُ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ وَإِنَّ غَيْرَةَ اللّٰهِ أَن يَّأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (بخاری/۴۹۲۵، مسلم/۲۷۶۱)

''بے شک اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور یقیناً مومن کو غیرت آتی ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ آدمی وہ کام کرے جو اللہ نے اس کے لئے حرام کیا ہے''۔ (یعنی محرمات وفواحش کا ارتکاب غضب الٰہی کو دعوت دیتا ہے)۔

بارہواں حق: دین وآبرو کی حفاظت

بیوی کے حقوق میں یہ بات گذر چکی ہے کہ شوہر اس کی عزت وناموس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ اسی طرح شوہر کا بھی یہ حق ہے کہ بیوی اس کی خاطر اپنے دین وآبرو کی حفاظت کرے۔ گھر سے اندر یا باہر کہیں بھی

اجنبیوں کے سامنے بے پردگی اختیار نہ کرے۔ کھڑکی، دروازہ، چھت، راستے اور بازاروں میں کہیں بھی اپنی زیب وزینت ظاہر کر کے حیا کا سودا نہ کرے۔ کسی بھی اجنبی کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے خواہ وہ اس کے شوہر کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخلہ کی اجازت نہ دے۔ رازوں کی حفاظت کرے۔ عزت وآبرو اور شہرت و نیک نامی کو بچا کے رکھے۔

تیرہواں حق: شوہر کی پسند و ناپسند کا خیال رکھنا

بیوی کو چاہئے کہ شوہر کی پسند و ناپسند کا خیال رکھے اور اس معاملہ میں اس کے احساس وشعور کی رعایت کرے۔

ایک ماں نے رخصتی کے وقت اپنی بیٹی کو کیا خوب نصیحت کی تھی:

''بیٹی! تم اپنے مانوس و مالوف گھر سے نکل کر ایک نئے گھر کی طرف جارہی ہو، تمھیں زندگی کا ایک نیا ساتھی ملنے والا ہے جس کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتی۔ تم اس کے لئے زمین بن جانا وہ تمھارے لئے آسمان بن جائے گا۔ تم اس کے لئے فرش بن جانا وہ تمھارے لئے چھت بن جائے گا۔ تم اس

کے لئے لونڈی بن جانا وہ تمھارے لئے غلام بن جائے گا۔ اپنی
بات پر اس قدر ضد نہ کرنا کہ اس کو تم سے نفرت و کراہت ہونے
لگے۔ اس سے اس قدر دور نہ ہونا کہ وہ تمھیں بھول جائے۔
جب وہ تم سے قریب ہونا چاہے تم بھی بڑھ کر اس کے قریب
ہو جانا اور جب وہ دور ہونا چاہے تم بھی دور ہو جانا۔ اپنی آنکھ،
کان اور ناک کی حفاظت کرنا۔ شوہر تم میں ہمیشہ پاکیزہ خوشبو ہی
پائے۔ ہمیشہ تم سے اچھی اور میٹھی بات ہی سنے۔ سدا تم میں اچھی
چیز ہی دیکھے۔''

چودھواں حق: ہر اہم کام شوہر کی اجازت سے کرنا

بیوی کو اپنے ہر اہم کام کے لئے شوہر سے اجازت طلب کرنی چاہئے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی اہم قدم نہیں اٹھانا چاہئے۔ ہم آئندہ سطروں میں چند ایسے کام ذکر کر رہے ہیں جنھیں انجام دینے کے لئے بیوی کو خصوصی طور پر شوہر کی اجازت لینا ضروری ہے۔

❶ نفلی صوم:

نفلی صوم کے لئے بیوی کو شوہر کی اجازت لینا ضروری ہے۔ اللہ

کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے:

''کسی عورت کے لئے اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر صوم رکھنا حلال نہیں ہے''۔ (بخاری ۹/۲۹۵)

صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی بیوی نے رسول اللہ ﷺ سے کئی باتوں کی شکایت کی جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ وہ جب روزہ رکھتی ہے تو وہ روزہ توڑوا دیتے ہیں۔ نبی ﷺ نے ان کو بلا کر حقیقت دریافت کی۔ انھوں نے عرض کیا: میں جوان آدمی ہوں اور یہ صوم رکھنے چل دیتی ہے، میں صبر نہیں کر پاتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر صوم نہ رکھے''۔

(ابوداود/۲۴۵۹)

مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کا حق نفلی عبادات سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ شوہر کا حق واجب ہے اور نفلی عبادات واجب نہیں ہیں۔

❷ کسی کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینا:

حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

''لوگو! تمھاری عورتوں پر کچھ تمھارے حقوق ہیں اور تم پر کچھ ان کے حقوق ہیں۔ان پر تمھارا یہ حق ہے کہ تمھاری اجازت کے بغیر وہ تمھارے گھر میں کسی کو اندر نہ آنے دیں۔۔اور ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کی خوراک و پوشاک میں حسن سلوک کا معاملہ کرو''۔ (ترمذی ونسائی وابن ماجہ،صحیح الجامع ۷۸۸۰)

گھر اور خاندان کی مصلحت کا علم مرد کو ہے اور وہ عورت پر حاکم اور منتظم ہے لہذا وہی اس بات کا فیصلہ کرسکتا ہے کہ کون لوگ ہیں جو گھر کے اندر آنے کے لائق ہیں۔

❸ کسی غیر محرم سے گفتگو:

عورت کی آواز بھی پردہ ہے۔جس طرح غیر محرم کے سامنے بے پردہ نہیں آسکتی اسی طرح غیر محرم سے بات بھی نہیں کرسکتی۔ البتہ بوقت ضرورت چند شرطوں کے ساتھ بات کرسکتی ہے مثلاً:

۱۔آواز میں کرختگی ہو،شیرینی اور لچک نہ ہو۔

۲۔صرف بقدر ضرورت بات کرے۔

۳۔ پردے کی اوٹ سے بات کرے۔سامنے نہ آئے گرچہ باپردہ ہو۔

❹ گھر سے باہر نہیں نکلنا:

عورت کو چاہئے کہ گھر سے باہر نکلنے کے لئے حتی کہ مسجد جانے کے لئے بھی شوہر کی اجازت لے البتہ شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ عورت کو مسجد جانے سے روک دے جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لَاتَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ

(بخاری/۸۵۸، مسلم/۴۴۲)

''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے مت روکو''۔

خاتمہ:

خلاصۂ کتاب

ا۔ اسلام میں ازدواجی رشتہ کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ اللہ کے محبوب بندوں کی صفت اور انبیاء ورسل کی سنت ہے بلکہ اسلام نے اسے نصف دین قرار دیا ہے۔

۲۔ نکاح کا مقصد صرف شہوت پوری کرنا نہیں بلکہ نسل انسانی کی افزائش اور موحد ومتبع سنت افراد کا اضافہ ہے۔ نیز نکاح کے ذریعہ بہت سے اسلامی فرائض وواجبات کی ادائیگی ہوتی ہے۔

۳۔ نکاح کے ذریعہ عائد ہونے والے حقوق کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو زوجین کے درمیان مشترک ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل حقوق اہمیت کے حامل ہیں۔

غلطیوں اور لغزشوں پر چشم پوشی، دکھ سکھ میں شرکت، اطاعت الٰہی کے لئے باہمی تعاون، رازوں کی حفاظت، ایک دوسرے کے لئے زیب وزینت اور جنسی حقوق کی ادائیگی۔

۴۔شوہر پر بیوی کے حقوق میں سے یہ ہے کہ شوہر بیوی کا حق مہر ادا کرے۔ اسے نان ونفقہ اور رہائش مہیا کرے۔ اس کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرے۔اس کی عزت وناموس کی حفاظت کرے اور اس کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی بسر کرے۔

۵۔عورت کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی بسر کرنے کے کچھ تقاضے ہیں مثال کے طور پر اس کے ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آئے۔اس کی خوبیوں اور خامیوں کا موازنہ کرے اور خامیوں پر صبر کرے۔ ہمیشہ اپنا چہرہ شگفتہ رکھے۔عورت سے میٹھی باتیں کرے۔ معاملات زندگی میں اس سے مشورہ کرے اور اس کی رائے کا احترام کرے۔گھر میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرے۔ بیوی کو راضی وخوش رکھنے کی کوشش کرے۔اس کی غلطیوں کی تلاش میں نہ رہے۔ بیمار ہونے پر اس کا دوا علاج کرائے۔ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں عدل وانصاف کا رویہ اپنائے۔ گھریلو کاموں میں عورت کا ہاتھ بٹائے اور وفات کے بعد بھی اس کا ذکر خیر کیا کرے۔

۶۔ بیوی پر شوہر کے حقوق میں سے سب سے اہم حق اس کی

اطاعت وفرماں برداری ہے۔ مکمل اطاعت یہ ہے کہ عورت اپنی رائے اور اپنی مرضی کے خلاف کاموں میں بھی بخوشی شوہر کے حکموں کی تعمیل کرے۔ البتہ یاد رہے کہ اللہ ورسول کے حکموں کے خلاف کسی کی بھی اطاعت کرنا درست اور جائز نہیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے شوہر کو یہ حق دیا ہے کہ اگر بیوی سرکشی کرے تو شوہر شرعی حدود میں رہ کر اس کی تنبیہ وسرزنش کرسکتا ہے۔ لیکن تنبیہ کے درجات ومراتب اور شرطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

۸۔ شوہر بیوی کو اپنے ساتھ لے جانے کا حق رکھتا ہے۔ بیوی اپنے باپ کے گھر رہنے پر اصرار نہیں کرسکتی۔

۹۔ شوہر کے مال کی حفاظت، کفایت شعاری، شکر وسپاس، خدمت گذاری، شوہر کے والدین اور بہنوں کے ساتھ حسن سلوک، بچوں کی رضاعت وپرورش، اولاد کی تربیت، مذموم غیرت سے اجتناب اور دین وآبرو کی حفاظت بیوی کے اوپر شوہر کے اہم حقوق میں سے ہے۔

۱۰۔ بیوی پر شوہر کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ وہ شوہر کی مرضی کے مطابق رہے اور ہر اہم کام شوہر کی اجازت سے کرے۔ شوہر کی

اجازت کے بغیر نفلی صوم نہ رکھے۔ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو اپنے گھر میں داخل نہ ہونے دے۔ کسی غیر محرم سے بات چیت نہ کرے۔ اور اس کی اجازت کے بغیر کبھی گھر سے باہر نہ نکلے حتی کہ مسجد بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ جائے۔

بیوی اور شوہر کے حقوق سے متعلق یہ گفتگو جو ہماری عملی زندگی کے لئے نہایت اہم ہے اب یہاں ختم کی جاتی ہے اس امید کے ساتھ کہ یہ باتیں ہمارے لئے مفید اور نفع بخش نیز ہمارے سماج اور معاشرے کی اصلاح اور سدھار میں نہایت کارآمد اور معاون ہوں گی۔

رب ذوالجلال سے دعا ہے کہ وہ ہماری ازدواجی زندگی کو خوشیوں اور سعادتوں سے مالامال فرمائے۔ آمین

والحمد لله رب العالمین وصلى الله على نبينا وسلم